*

BROWN BOOK

THE BOOK WAS DRENCHED

*

188417

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩٢ ٧٥ ا　　Accession No. ٣٣٥٢

Author بوعلی سینا

Title شیخ الرئیس بوعلی سینا

This book should be returned on or before the date last marked below.

قصص الاولین مواعظ الآخرین

کارخانہ پیسہ اخبار کے سلسلہ تذکرۃ المشاہیر سے

معلم ثانی

شیخ الرئیس حکیم ابو علی سینا

شرف الملک حسین بن عبداللہ بن حسن بن علی بن سینا
کی زندگی کے حالات

جو رسالہ حسن سے باجازت ری پرنٹ کیے گئے

دوسری مرتبہ سنہ ۱۹۰۱ء میں

مطبع خادم التعلیم لاہور میں منشی عبدالعزیز منیجر کے اہتمام سے چھپے

معلم ثانی

حکیم ابو علی شیخ الرئیس شرف الملک حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا کے سوانح عمری

ابو علی (شیخ الرئیس) زمانۂ اسلام کے نامور حکیموں اور طبیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جسکے علم و فضل کی تعریف میں صرف یہی دلیل کافی خیال کی جاتی ہے کہ اس زمانے سے ابتک مسلمانوں میں کوئی شخص اسکا ہم پلہ پیدا نہیں ہوا۔ شیخ کا باپ عبد اللہ شہر بلخ کے نامور لوگوں سے تھا اور وہاں کی گورنمنٹ سے کوئی خدمت بھی اسکے مفوض تھی۔

لہ سینا شیخ کے سلسلۂ اجداد میں پانچویں پشت پر ہے قطب الدین لاہجی نے شیخ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ سینا فخر الدولہ دیلمی کا وزیر تھا۔ لیکن اسکو اس روایت کے بیان کرنے میں دھوکا ہو گیا ہے۔ کیونکہ سینا اور فخر الدولہ کے زمانہ میں ایک سو سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ بلکہ سینا سلاطین سامان کا ابتدائی عہد میں بخارا میں عہدہ جلیلہ سے سرفراز اور نظم و نسق کا مختار تھا۔ منہ

منصور بن عبد الملک سامانی کے عہد دولت میں وہ بخارا کو آیا۔ چونکہ وہ نہایت لائق اور تجربہ کار تھا منصور کے وزیروں نے اُسکی قدر کی اور اسکو نوکر رکھ لیا۔ اور وہ مدت تک اسی حالت سے بخارا میں مقیم رہا۔ پھر وزیروں نے اسکو خرمثین کو روانہ کیا کہ وہ وہاں کی رعیت کو امن وامان کے ساتھ رکھے۔ وہاں ایک گاؤں تھا جسکا نام افشنہ تھا۔ اور جسکے قریب ہی ساماں ایک مشہور مقام ہے یہاں پر اس نے ایک عورت سے جسکا نام ستارہ تھا نکاح کر لیا۔ بعد نکاح خدا نے اسکو ایک ایسا نامی فرزند عطا کیا جس سے آجتک اسکا نام زندہ وروشن ہے ؛

بقول مشہور تیسری صفر ۳۷۰ھ میں اور ایک روایت صحیح کے بموجب ۳۶۳ھ میں مقام خرمثین میں شیخ پیدا ہوا اُسکا نام حسین رکھا گیا۔ اسکی مدت رضاعت (دو یا ڈھائی برس) کے بعد عبد اللہ کے ایک اور لڑکا پیدا ہوا جسکا نام اسنے محمود رکھا۔ اُس وقت حسین کی عمر پانچسال کی تھی۔

جب عبد اللہ کو خرمثین کے انتظام سے فراغت حاصل ہوئی تو وہ مع اپنی بی بی اور لڑکوں کے دوبارہ بخارا کو واپس آیا۔ چونکہ شیخ میں بچپن ہی سے دانائی اور اولوالعزمی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اسلیے اسکے باپ نے اسکو ایک معلم کے سپرد کیا تاکہ وہ قرآن اور اور علوم دین کی تعلیم پائے۔ جب وہ اس سے فارغ ہوگیا۔ تو معلم نے اسکو اصول علم ادب یعنے نحو۔ صرف۔ لغت معانی۔ اور بیان وغیرہ کی تعلیم دینی شروع کی شیخ نے ان علوم میں پانچ سال کے عرصہ میں کامل دستگاہ پیدا کر لی۔ جب اسکو ان علوم سے بھی فراغت حاصل ہو چکی تو اسنے محمود مساح کی شاگردی اختیار کی جو ایک بقال تھا اور یہ شخص ریاضی میں آپ ہی اپنی نظیر تھا۔ بوعلی نے اس سے حساب اور جبر ومقابلہ سیکھہ لیا۔ بلکہ اُسکو ان علوم میں وہ مہارت اور ملکہ ہوا کہ وہ اپنے استاد کے ہمرتبہ ہوگیا۔ پھر اُسنے اسمٰعیل زاہد سے فقہ کی تحصیل کی اسمیں اسنے سوال کے طریقے اور اعتراض کی وجوہ اور مجیب کے جواب کا طریق عمل جیسا کہ مروج تھا سیکھہ لیا۔

چونکہ عبد اللہ ناتلی[1] علم منطق میں بڑا کامل اوستاد مانا جاتا تھا۔ عبد اللہ نے

[1] ناتلہ ایک گاؤں کا نام ہے جسکو فی الحال نتیل کہتے ہیں اور یہ کوہ رانہ مذران کے توابع میں ہے۔

اسکی دعوت کی اور اوس سے اُس بات کی درخواست کی کہ وہ اس کو لڑکے (بو علی) کو منطق کی تعلیم نہایت عمدہ طریقے سے کرے عبداللہ ناتلی نے اسکی درخواست کو منظور کیا اور بوعلی کو کتاب ایساغوجی شروع کرائی۔ جب اُسنے جنس کی تعریف اسطرح شروع کی "الجنس هو المقول على الكثرة المختلفة الحقايق فى جواب ماهو" کہ جنس وہ کلی ہے جو اجزاء مختلف الحقایق کی جواب ماہو میں محمول ہوتی ہے" یہہ کہکر وہ خاموش ہوگیا۔ اس تعریف پر شیخ نے اسقدر اعتراض کئے جنکے سننے سے استاد حیران اور اسکی رد کرنے سے عاجز ہوگیا پھر تو بوعلی نے خود ہی نہایت محققانہ رائے سے اُسکے جوابات ادا کئے جس سے استاد کو شبہات رفع ہوگئے۔ اُسوقت سے استاد اُسکے حسن بیان سے حالت استعجاب میں پڑگیا اور پھر وہ ہمیشہ اسکی تعریف کرتا رہتا تھا۔ ناتلی نے شیخ کے باپ کو بلوایا اور خفیہ طور پر اس سے بیان کیا کہ تیرا لڑکا نہایت ذہین ہے۔ اُسنے شیخ کی تعریف کو اُسکے سامنے دوہرایا اور کہا کہ اس لڑکے کی نہایت حفاظت کرنا۔ پھر وہ اُس کی تعلیم و تربیت میں زیادہ توجہ اور التفات کے ساتھہ کام لیتا تھا۔ جب شیخ ناتلی سے منطق کی تحصیل کرچکا تو اُسنے اقلیدس کی ابتدائی چند شکلیں اُستاد سے سیکھنے کے بعد باقی شکلوں کو خود اُسنے اپنے قوت مطالعہ سے حل کرڈالا اور خود ہی اُستاد کے سامنے اُس علم کی وہ نزاکتیں بیان کرتا تھا۔ جس سے اُستاد کا استعجاب بڑہتا جاتا تھا پھر اُسنے متوسطات کی تکمیل کی اور پھر مجسطی شروع کی۔ جب اُسکو اس علم کے مقدمات سے فراغت ہوئی اُس نے ہندسی اشکال کیطرف توجہ کی۔ جب ناتلی نے یہ دیکھا کہ اب اچھی طرح سے اسکی تفہیم مجھہ سے نہیں ہوسکتی۔ تو اُسنے شیخ کو ہدایت کی کہ تو اس کتاب کو بطور خود دیکھ ڈال اسپر بھی اگر کوئی مسئلہ حل طلب باقی رہ جائے تو میں اسکو حل کردونگا۔ بوعلی نے اُسکی ہدایت پر عمل کیا اور تھوڑے دنوں میں مجسطی کے مشکل مسایل کو حل کرکے قلمبند کرتا گیا۔ اس اثناء میں ناتلی کو گرگانج (مملکت خوارزم کا ایک آباد شہر جو اتبک آباد اور مشہور ہے) جانیکا اتفاق ہوا۔ اسوجہ سے شیخ اُستاد کی صحبت سے محروم رہا اور اسی خیال سے اُسنے اپنے اوپر اور سخت محنت گوارا کی اور وہ رات دن کتابوں کے مطالعے میں اسقدر محو رہا کرتا تھا۔ کہ اُسکو دن اور رات کی مطلق خبر نہیں ہوتی تھی اسی مشغلہ کے اثناء میں اُسنے اپنے کتب خانہ کو تا بمقدور علمی کتابوں سے آراستہ کرلیا۔ جب وہ علم طبعی اور علم الٰہی سے فارغ ہوا تو اُسن کو علم

طب کی تحصیل کا شوق دامنگیر ہوا۔ اسنے ابو منصور حسن بن نوح القمری کو انتخاب کیا جو اس علم کا بڑا ماہر تھا۔ تھوڑے ہی زمانے میں اُسنے علم طب میں وہ دستگاہ حاصل پیدا کی کہ بڑے بڑے اُستاد بھی اس سے علم کے دقایق کی تعلیم پاتے تھے۔ پھر اُسنے طب میں ایک نہایت عمدہ کتاب تصنیف کی جس میں علم طب کے اجزائے نظری وعملی کو نہایت عمدہ طریقے سے بیان کیا۔ غرضکہ اُسکو طب میں وہ ملکہ پیدا ہوا کہ نامور استاد اور طبیب حاذق بھی اُس کی شاگردی کو باعث فخر سمجھنے لگے اور اسکی بیش بہا تحقیقات سے فائدہ اُٹھانے لگے۔

اسکے بعد شیخ نے مطب کھولا اور بیماروں کا علاج کرنے لگا۔ جو بیمار کہ امراض میں مبتلا ہوتے تھے۔ وہ اُسکے حسن تشخیص اور خوبی معالجہ سے شفایاب ہوتے تھے۔

اس مطب کے زمانے میں جو صبح و شام بیماروں کے دیکھنے اور اُن کے علاج کرنے میں اُسکا وقت صرف ہوتا تھا اُس نے فقہ کے مشغلے کو بھی جاری رکھا تھا۔ وہ اس زمانے میں بھی اپنے ہمعصر فقیہوں سے مناظرہ اور مباحثہ کرتا رہتا تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس زمانے میں جب کہ وہ اس مرتبہ کو پہونچا تھا۔ اُس کی عمر بیس برس کی بھی نہ ہوئی تھی اسکے بعد اُسنے دوبارہ منطق اور باقی علوم فلسفہ کو دیکھنا چاہا اور سال بھر تک ان علوم کے مطالعے میں اسقدر مستغرق رہا کہ رات کو اتنا ہی سوتا تھا جس سے خواہش نفسانی کو کسیطرح کا نقصان نہ پہونچے اور کھانا اتنا کھاتا تھا جس سے بدن ضعیف نہ ہونے پائے جب نیند کا غلبہ ہوتا تو وہ مقوی شربت پیا کرتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب منطق وغیرہ کا کوئی مسئلہ اُس سے حل نہ ہوتا تو وہ بعد طہارت کے مسجد کو جاتا اور خدا سے اس مسئلہ کے حل ہوجانے کی التجا کرتا۔ خدا کی قدرت کہ وہ مسئلہ حل ہوجاتا اور اُسکا منشا پورا ہوجاتا۔ وہ ہمیشہ تصنیف و تالیف اور تقریریں کرتا رہتا تھا۔

اسکے بعد وہ کتاب مابعد الطبیعت کے مطالعہ میں مصروف ہوا جسکو علم

مابعد الطبیعت اور علم کلی اور فلسفہ اولی بھی کہتے ہیں۔ اس علم میں اُن موجودات کی بحث ہوتی ہے جنکا وجود خارجی اور ذہنی مادہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ مثلاً ذات باری اور مجردات وغیرہ۔ چونکہ یہ علم نہایت نازک اور اسکے مسائل بہت پیچیدہ ہوتے ہیں گو شیخ نے ان کے سمجھنے میں بہت کوشش کی تاہم وہ اُسکے سمجھنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوا اور جسکی وجہ سے وہ پریشان خاطر ہوا اور اُسنے مطالعہ ترک کردیا۔ وہ اسی پریشانی کی حالت میں تھا کہ اتفاق سے ایک روز بازار میں اُسکا گذر ہوا تو ایک شخص ایک کتاب بغرض فروخت اُسکے پاس لایا۔ شیخ نے اُسکو کھولا اور چند سطریں اُسکی پڑھیں تو معلوم ہوا کہ یہ کتاب مابعد الطبیعت میں لکھی گئی ہے چونکہ شیخ کی طبیعت اس سے اوکتا گئی تھی اسلیئے اُسکو اس کتاب کے خریدنے میں تامل ہوا۔ بائع نے کہا اگر آپ اسکو خریدینگے۔ تو بہت سستی قیمت میں آپ کو دیجائیگی۔ اسلیئے کہ مالک کتاب بہت کم استطاعت بلکہ محتاج ہے۔ اگر آپ اس کتاب کی قیمت میں مجھکو صرف تین درہم ہی دینگے تو نہ صرف میں ممنون ہونگا بلکہ آپ مالک کتاب کی دعائے خیر کے مستحق ہونگے۔ بوعلی نے اُسکی خاطر سے چند درہم دیکر کتاب خرید لی۔ جب وہ گھر پہنچا دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابونصر فارابی معلم ثانی کی تصنیف ہے۔

غرض یہ کہ شیخ مایوسی کے ساتھ اُسکو دیکھتا گیا۔ خدا کی قدرت کہ اس کتاب میں علم الٰہی کی معرکہ آرا اور پرپیچ مسایل اس خوبی اور صفائی کے ساتھ بیان کئے تھے کہ فوراً اُسکی سمجھ میں آگئے۔ اس سے بوعلی کو اسقدر خوشی ہوئی کہ وہ پھولا نہیں سماتا تھا اور اُسنے اسکے شکریہ میں خالصتاً للہ غریبوں اور مسکینوں کو خوش کیا۔

روایت ہے کہ اس زمانے میں امیر نوح بن منصور سامانی بہت بیمار ہوا شہر کے نامی اطبا جوں جوں اُسکا علاج کرتے جاتے تھے۔ اسکا مرض بڑھتا ہی جاتا تھا۔ آخر وہ بیزار اور معالجہ سے دست بردار ہوگئے۔ چونکہ بوعلی کے علم و عمل کا جابجا چرچا ہو رہا تھا۔ جب بادشاہ کے سامنے اُسکا ذکر آیا تو اُسنے اُس کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ شیخ آیا اور بیماری کی اگلی سب کیفیت دریافت کی جسکے معلوم کرنے سے اُسنے مرض کی تشخیص کرلی اور علاج شروع کردیا۔ بفضل خدا تھوڑے عرصے میں

میں بادشاہ دن بدن تندرست ہوتا گیا۔ بعد صحت بادشاہ نے اُسکو بہت کچھہ عطیات اور صلات شاہی سے مالا مال کردیا۔ اور اسقدر اُسکا معتقد ہوگیا کہ دم بھر اُسکو اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیتا تھا اور اپنے سب امیروں اور وزیروں سے اوسکو زیادہ چاہنے لگا۔

اس زمانے میں شیخ نے بادشاہ سے کتب خانہ دیکھنے کی اجازت حاصل کی۔ اور جب اُسکو اجازت مل چکی تو وہ رات دن کتاب خانہ میں پڑا کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ گو یہ محنت سخت اور دشوار تھی لیکن وہ اسپر مثل عشق سے خوش گوار گذرتی تھی۔

کتب خانۂ شاہی میں ایک ہی کتاب کی جو متعدد کاپیاں (نسخہ) تھیں۔ وہ ان میں سے چھانٹ کر اپنے کتاب خانے کے لیئے جمع کرتا گیا اور جس نایاب کتاب کی ایک ہی کاپی ہوتی تھی۔ اسکی خود ہی نقل کرلیتا تھا یا اوروں سے اُس کی نقل کرالیتا تھا۔

یہ محض خدا کی عنایت اُسکے شامل حال تھی جو اسکو ایک ایسا بے نظیر کتب خانہ میسر آیا۔ جسمیں نامور متقدمین و متاخرین مصنفوں کی عمدہ اور مفید کتابیں جمع تھیں۔ اور ان کتابوں کے مطالعے سے وہ ایک عرصۂ قلیل میں معقول اور منقول کا عالم جید نبگیا۔

بو علی کا کتب خانہ میں جانا اور اُسکے کتب خانہ کو چھوڑنیکے بعد اُسکو آگ لگنا یہ بھی ایک عجیب اتفاق کی بات تھی جس وجہ سے اُسکے معاندوں کو اُسکی شکایت کا خوب ہی موقع ہاتھہ آیا اور انہوں نے اُسکو بادشاہ کا معتوب بنانا چاہا لیکن اُن کو اس معاملے میں کامیابی نہیں ہوئی اور اُن کی سب کوششیں رائگان گئیں۔ اُنہوں نے بادشاہ سے کہا کہ شاہی کتب خانے میں جو آگ لگی اور کتابیں جلکر خاک سیاہ ہوگئیں یہ سب بو علی کی شرارت تھی اور اس سے اُس کا مقصود یہ تھا کہ ان کتابوں کے فنا ہونے کے بعد وہ اپنی تصنیفات کے سلسلے کو دنیا میں شایع کرے تاکہ لوگ اسکو علوم و فنون کا موجد خیال کریں لیکن اُن کی اس چغلی سے بادشاہ کے دلمیں بو علی کی جانب سے ذرا بھی شبہ نہ ہوا

اسی زمانہ میں ابوالحسن عروضی نے شیخ سے اسبات کی درخواست کی کہ وہ علم حکمت میں کوئی جامع کتاب تصنیف کرے شیخ نے اُسکی درخواست کے بموجب کتاب مجموع تصنیف کی جسمیں سوائے ریاضی کے اور سب علوم فلسفہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ درج ہیں۔

یہ بھی روایت کیگئی ہے کہ شیخ ابوبکر برقی خوارزمی کو جو فقہ اور تفسیر کا بڑا عالم تھا۔ تحصیل علوم کا شوق ہوا اُسنے شیخ سے التماس کیا کہ وہ علم حکمت میں ایک جامع کتاب تصنیف کرے کہ فلسفہ کا کوئی جزو اوس سے نہ چھوٹے بوعلی نے اُسکی درخواست پر کتاب حاصل ومحصول جو چھبیس جلدوں میں ہے لکھی پھر ابوبکر نے اُسکو علم اخلاق میں کسی کتاب کی تصنیف کرنے پر آمادہ کیا تو اُسنے کتاب البر والاثم تصنیف کی ابن خلقان کا بیان ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے زمانے میں شیخ کی عمر بائیس سال کی تھی۔

اسی زمانے میں امیر نوح بن منصور کی وفات واقع ہوئی اُسکی موت کی وجہہ سے سلاطین سامانی کا دور حکومت ہی ختم ہوگیا۔ اور بخارا میں چار دفعہ فتنہ وفساد برپا ہوا گو کہ منصور بن امیر نوح اپنے باپ کی جگہہ پر سریر آرائے سلطنت ہوا لیکن متواتر فتنہ و فساد نے پولٹیکل امور میں ایسا تزلزل اور تہلکہ پیدا کردیا کہ سلاطین سلمان کو کامیابی ہونی گئی اور اسکے ساتھہ ہی سلاطین غزنیں کو ترقی بھی ہوتی ہوگئی۔

ایک مدت تک بخارا کا یہی حال رہا اور سامانیوں کی سلطنت ہمیشہ کے لئے دنیا سے نیست ونابود ہوگئے اور اسی اثنامیں بوعلی کے باپ کا بھی انتقال ہوگیا اور بوعلی بےسروسامانی کی وجہہ سے نہایت خستہ وپریشان حال ہوگیا۔ ناچار وہ سفر کرنے پر آمادہ ہوا اور گرگانج کو روانہ ہوا۔

چونکہ سلطان خوارزم کا وزیر ابوالحسین سہلی بڑا فقیہ اور فقہا کا قدردان تھا شیخ نے اُس سے ملاقات کرنی چاہتی۔ سفر کی تکان سے ایک دو روز آرام پاکر اسکی ملاقات کو گیا اسنے شیخ کی ویسی ہی قدر ومنزلت کی جیسی کہ ایک ایسے قابل قدر شخص کی کرنی چاہیے تھی۔

جب مجلس سے عام لوگ اُٹھگئے تو اُسوقت شیخ نے فقہ کی بحث چھیڑی ابوالحسین کو معلوم ہوگیا کہ یہ شخص نہ صرف عالم فقہ ہے۔ بلکہ اگر وہ اس علم میں اجتہاد کا دعوی

کرے تو کوئی بیجا نہیں ہے۔

پھر اُسنے شیخ سے اُسکا نام ونشان پوچھا جب اُسکو معلوم ہوا کہ یہی شیخ الرئیس ہیں تو وہ بہت خوش ہوا اور اُس کو بادشاہ کے پاس لیگیا۔ بادشاہ نے بھی اُسکی تعظیم وتوقیر کی۔ دوسرے روز بادشاہ نے اُسکو پھر بلوایا جب شیخ آیا تو اُسکے ساتھ الطاف خسروانہ سے برتاؤ کیا گیا اور اُسکے رہنے کے لیئے ایک نہایت عمدہ عالیشان محل خالی کردیا گیا اور حوائج ضروری کے لیئے ایک مناسب مشاہرہ مقرر کردیا گیا چونکہ سلطان خوارزم علم دوست تھا اسلیئے اُس کی مجلس میں حکیم طبیب منجم ادیب اور شاعر وغیرہ غرضکہ ہر ایک علم وفن کے صاحب کمال لوگ جمع رہتے تھے۔ اُسنے شیخ کو بھی اپنی مجلس علمی کا ممبر بنایا۔ اور ہمیشہ وہ اس مجلس کے مباحثے اور مناظروں سے لطف صحبت اُٹھاتا رہتا اور مدت تک ایسی صحبت رہی۔

جب سلطان محمود غزنوی نے خوارزم شاہ کے ملک پر فوجکشی کی اور غلبہ ہوا اور وہ ملک اُسپر بحال رکھا گیا۔ اسپر بھی خوارزم شاہ اُسکی عدول حکمی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ موقع پاکر غمازوں نے سلطان محمود کے سامنے چغلی کھائی اور محمود کو یہ سکھلاکر کہ بوعلی بڑا سخت متعصب شیعی اور اُس مذہب کی اشاعت کا ساعی ہے۔ شیخ کی جان کا دشمن بنا دیا۔

چونکہ سلطان محمود بھی مذہب سنت وجماعت کا بڑا حامی تھا اسکو ایک ایسے فاضل اور حکیم شخص کا مذہب شیعی کا مؤید ہونا خلاف مصلحت معلوم ہوا اسنے خوارزم شاہ کو بعہ تفضل حسن بن میکال کی زبانی کہلا بھیجا "ہم سنتے ہیں کہ تمہارے یہاں بڑے بڑے صاحب کمال ہیں۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ہم بھی ان کی صحبت سے لطف اٹھائیں اسلیئے آپ اپنے یہاں کے منتخب لوگوں کو ہمارے دردولت پر حاضر کردیں۔

بس یہ سلطان محمود کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب خوارزم شاہ شیخ کو میرے پاس بھیجے گا۔ تو میں اُسکو قتل کرادونگا غرضکہ خوارزم شاہ سلطان محمود کے پیغام سے اُسکا جو مقصد تھا سمجھ گیا اور اُسنے ابوریحان اور شیخ الرئیس کو یہ سکھلا دیا کہ جب حسن بن میکال آکر سلطان کا پیام پہونچائے تو تم اسوقت بر سر دربار اُسکے پاس

جانیسے انکار کر دیا گو میں تمکو غزنین کو جانے پر بظاہر مجبور بھی کرونگا لیکن تم ہرگز قبول نہ کرنا۔ اور پھر مجھکو عذر کرنے کے لیئے ایک کافی وجہ ہو جائے گی۔

جوں ہی کہ شیخ اس واقعہ سے آگاہ ہوا اور سفر کرنے پر آمادہ ہو گیا اور نکل کھڑا ہوا۔ لیکن ابو ریحان اور ابن الخمار نے غزنین کے جانے میں اپنی رضامندی ظاہر نہ کی۔

غرضکہ جب حسن بن میکال خوارزم شاہ کے پاس سے بے نیل مرام واپس ہوا اور سلطان محمود سے صورت بیان کی۔ چونکہ سلطان محمود اس کے قتل پر بالکل آمادہ ہو گیا تھا۔ اسنے یہ تدبیر سوچی کہ شیخ کی متعدد تصویریں کھینچوا کر اسکے سراغ سے اسکو گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ اسنے ابو نصر منصور سے جو فن تصویر کشی میں بڑا استاد تھا شیخ کی متعدد تصویریں کھنچوائیں۔ اور ان کو جاسوسوں کے حوالہ کر کے یہ حکم دیا کہ اس حلیہ کا یہ آدمی جہاں کہیں ملے فوراً اسکو بلا تامل پکڑو اور اسکو ہمارے دربار میں حاضر کرو۔

جب تصویریں کھینچی جا کر جاسوسوں کے حوالے ہوئیں تو وہ شیخ کے سراغ پر متعدد اسمات میں روانہ ہوئے۔ بو علی بھی قسمت کا مارا اپنی جان چھپائے کوہ وصحرا میں مارا مارا پھرتا تھا وہ ایک مقام سے جرجان اور رے کو معہ اپنے ہمراہیوں کے چلا جا رہا تھا۔ ابو سہل مسیحی راستے ہی میں شدت تشنگی سے مر گیا۔ شیخ بھی چھپتا چھپاتا مقام ابیورد میں پہونچا گو وہ سخت بیمار اور پریشان حال تھا یہاں سے لذا کو (جو علاقہ خراسان کا ایک مشہور ہے) روانہ ہوا اور پھر وہاں سے نکلکر نیشاپور پہونچا۔ اور چند روز تک یہاں مقیم رہا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ اپنے مقام اقامت سے باہر نکلا ہوا تھا کہ چند آدمی دبی آواز سے باتیں کر رہے تھے شیخ نے انجان طور پر سنا تو اسکو اپنا نام سنائی دیا اور جب غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شیخ (اسکے) کے فرار ہو جانے اور سلطان محمود کے حکم کا تذکرہ کر رہے تھے اس سے اسکو سخت تردد ہوا اور اسی میں اپنا امن دیکھا کہ جہاں تک جلد ہو سکے یہاں سے بھاگ جائے پس وہ فوراً جرجان کو روانہ ہو گیا۔ یہ سلطان قابوس کا زمانہ تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ بادشاہ خود بھی عالم تھا اور علم دوست بھی تھا اُسکو ہمیشہ عالموں۔ فاضلوں۔ اور حکیموں کی تلاش رہتی تھی اور وہ ایسا خوش خلق اور کریم النفس تھا کہ ہر شخص اُسکا مداح تہا اور اُسکی عام نیک عادات کا تذکرہ زبان زد عام تھا۔ اسباب کے معلوم ہونے سے شیخ کسیقدر مطمئن ہوا اور چونکہ وہ مفلس ہو رہا تہا اُسنے پیشہ طبابت اختیار کیا اس فن میں وہ بڑا تجربہ کار اور ماہر ہونے کے سبب سے تھوڑے ہی عرصے میں وہ مشہور ہوگیا اور مریضوں کے جوق جوق اُسکے مطب میں آنے اور بفضل خدا اُسکے علاج سے سخت امراض سے شفایاب ہونے لگے۔ شیخ بھی معالجات کی فیس سے کسیقدر آسودہ حال ہوگیا۔

اس اثنار میں قابوس کا بھانجا بیمار ہوا اور روز بروز اُسکا مرض بڑہتا جاتا تھا اور عرصے تک وہ بستر مرض پر ضعیف و ناتوان پڑا رہا اسکے سرہانے طبیبوں کا ہجوم رہتا تہا۔ مگر کسی کے علاج سے اُسکا مرض زایل نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ قوی گھٹتے اور مضمحل ہوتے جاتے تھے نہ کسی دعا سے فایدہ ہوتا تھا اور نہ دوا سے۔

اس واقعہ سے قابوس سخت پریشان اور غمگین تھا۔ ایک روز اُسکے درباریوں میں کسی نے یہ ذکر کیا کہ آجکل ہمارے شہر میں ایک نوجوان حکیم نووارد ہے وہ امراض کی خوب تشخیص کرتا ہے۔ بلکہ اُسکے بعض بعض معالجہ اعجاز کا نمونہ ہیں۔ یہ سنکر قابوس نے حکم دیا کہ جہانتک جلد ہوسکے اُسکو ہمارے حضور میں حاضر کرو۔

لوگ شیخ کے پاس دوڑے آئے اور اُسکو یہ مژدہ سنایا کہ سلطان نے آپکو یاد فرمایا ہے۔ یہ سنکر وہ ان کے ساتھ ہولیا اسنے قابوس سے مریض کے دیکھنے کی درخواست کی سلطان نے اجازت دی۔

شیخ جب مریض کے سرہانے پہنچا اور دیکھا کہ ایک خوب صورت نوجوان جسکی عمر بیس برس سے بھی کم تھی۔ اور جسکے رخساروں پر سبزہ کا نشان تک نہیں تھا۔ بستر مرض پر پڑا ہوا ہے۔ شیخ اُسکے پاس بیٹھ اور اُسکے تیمارداروں سے سب کیفیت دریافت کی اُن سب حالات کے سننے اور خود مریض کی صورت حال کے دیکھنے سے اُسکو معلوم

ہوگیا کہ یہ مرض جذبات نفسانی کا نتیجہ ہے۔

پھر اس تشخیص کے بعد اُسنے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسے آدمی کو بلاؤ جو اس شہر کے سب محلّوں اور مقامات سے واقف ہو۔ فوراً اُس کے حکم کی تعمیل کیگئی۔ اور ایک شخص لایا گیا۔ شیخ نے مجلس سے سب لوگوں کو اُٹھوا دیا۔ اور مریض کی نبض پر ہاتھہ رکھکر اس شخص سے کہا کہ تم سب محلّوں کے نام گنو جب وہ ایک ایک محلہ کا نام گنتا گیا تو ایک محلہ کے نام لینے سے مریض کی نبض میں کچھہ عجیب حرکتیں محسوس ہوئیں۔ پھر شیخؒ اسکو روک دیا۔ اور کہا کہ تم اب اُس محلہ کے ہر ایک صاحب خانہ کا نام لو اور جب اُسنے اُس محلہ کے ہر ایک صاحب خانہ کا نام بیان کیا تو ایک کے نام لینے پر نبض میں اور بھی عجیب حرکتیں پائی گئیں۔ شیخ نے کہا اب ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو اُس گھر کے سب لوگوں کے نام سے واقف ہو تلاش کرنے سے وہ شخص بھی آیا جو گھر کے سب لوگوں کے نام سے واقف تھا شیخ نے مریض کی نبض پر ہاتھہ رکھکر اس سے کہا کہ تم گھر کے سب لوگوں کا نام گنو۔ ایک عورت کے نام لینے سے اسکی نبض میں بہت ہی عجیب و حرکتیں محسوس ہوئیں جنکو پہلی حرکتوں سے بہت کچھہ مناسبت نہیں تھی۔

اسکے بعد شیخ نے قابوس سے کہا کہ یہ نوجوان فلان لڑکی پر جسکا گھر فلان محلہ اور فلان گلی میں ہے عاشق ہے۔ درد فراق سے اسکا یہ حال ہو رہا ہے۔ اس کا علاج بجز دیدار اور وصال محبوب کے اور کوئی نہیں ہے۔ گو مریض کے افعال و حرکات سے بھی یہی بات پائی جاتی ہے لیکن کسی نے اسکا خیال تک نہیں کیا۔ پھر قابوس نے جب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ نے جو بات بتائی ہے وہ صحیح ہے۔

قابوس کو سخت تعجب ہوا اور بیمار کے دیکھنے سے بھی اُسکو وہی معلوم ہوا۔ لیکن قابوس نے شیخ سے اُسکا نام و نشان پوچھا اور تصویر کے ملانے سے بھی معلوم ہوا کہ یہی بو علی ہے۔ تو اُسنے اُس کو گلے سے لگا لیا اور اپنی مسند پر لا کر بٹھلایا۔

پھر قابوس نے اُس سے پوچھا کہ تمنے اسکے مرض کو کیونکر پہچانا کہ اسکو مرض عشق ہے۔ اور اسکی محبوبہ کا پتہ کیونکر معلوم کر لیا۔ شیخ نے کہا جب مینے اسکو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اِس کو ابتدا میں کوئی بدنی مرض نہیں ہوا ہے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اسکو جذبات نفسانی کا مرض ہے۔ اور جب مینے یہ دیکھا کہ وہ اپنے عشق کو بہت چھپاتا ہے۔ اور اپنے راز کا ظاہر ہونا پسند نہیں کرتا ہے۔ تو مینے بھی اِس کو ظاہر کرنے پر مجبور کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔

اِس سے قابوس نہایت خوش ہوا اور شیخ کی وقعت اُسکے دل میں اسقدر بیٹھ گئی کہ وہ اُسکے فضل و ہنر کا گرویدہ اور فریفتہ ہو گیا اور اُسکو شاہانہ خلعتوں اور عطیات سے مالا مال کر دیا۔

اسکے بعد قابوس نے شیخ کے مشورے سے اُس لڑکی کے ساتھ اسکا نکاح کرا دیا اور پھر اُسکا مرض بالکلیہ جاتا رہا۔

پھر قابوس نے شیخ کو اپنے پاس نہایت خاطر و مدارات سے رکھ لیا اور سلطان محمود سے اُسکے عفو جرائم کی نسبت اسقدر سفارشیں کیں کہ آخر کار سلطان محمود کے دل سے وہ کینہ جو کہ وہ شیخ کی نسبت رکھتا تھا بالکلیہ زائل ہو گیا۔

غرضکہ کچھ مدت تک شیخ نہایت عزت و احترام کے ساتھ قابوس کی صحبت میں رہا اتفاقاً اُس زمانے میں قابوس سے رعیت باغی ہو گئی۔ اور ایسا غدر ہوا کہ اُسکی وجہ سے نہ صرف سلطنت میں زوال آیا بلکہ اُسکی سلطنت تباہ و برباد ہو گئی۔ اور آخر کار قابوس بسطام کے ایک قلعہ میں جو جناشک کے نام سے مشہور ہے قید کر دیا گیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں قتل کر ڈالا گیا۔

چونکہ اب شیخ کا کوئی سرپرست نہیں رہا تھا اسلیئے اُسکو وہاں سے نکلنا پڑا۔ اسلیئے وہ جرجان سے کوہستان کا راستہ لیا اور ایک مدت تک وہ یہاں مقیم رہا۔ اسی زمانے میں اُس نے اس مقام میں چند کتابیں تصنیف کیں۔ پھر وہ یہاں بیمار بھی ہوا۔

اسی حالت میں دوبارہ جرجان کو گیا اور اسوقت وہ بہت مفلس ہوگیا تہا اور اُس کی حالت بہت ردی ہوگئی تھی اُسنے اپنی اس حالت کے اظہار مین ایک قصیدہ بھی لکہا ہے جس سے اُسکی حالت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ اُس قصیدہ میں ایک یہ بھی بیت ہے۔

لمّا عظمت فلیس مصر واسعی   لمّا غلا ثمنی عدمت المشتری

ترجمہ

جب میری قدر و منزلت بڑہی تو اُسکے رہنے کے لیئے کسی شہر کی وسعت کافی نہیں ہوسکتی تھی۔ اور جب میری قیمت گراں ہوگئی تو مینے خریدار کو مفقود پایا۔

اسی زمانے میں ابوعبید اللہ جرجانی کو جسکا نام عبد الواحد تھا علم فلسفہ کی تحصیل کا شوق ہوا اور وہ شیخ کی صحبت میں اُسکے مرتے دم تک رہا چنانچہ اکثر مورخین نے شیخ کے حالات کو اُسی کی روایات سے لکہا ہے اور اوسکے سوا اور روایتوں کو قریب قریب غیر مستند خیال کیا ہے۔

ابوعبید اللہ سے روایت کیگئی ہے کہ ابومحمد شیرازی کو جو جرجان میں تھا فلسفہ کا شوق ہوا اور اُسنے شیخ سے اسبات کی درخواست کی کہ آپ اپنے فضل و کمال سے ہمکو مستفیض فرمائیے۔ پھر ابومحمد شیرازی نے شیخ کے لیئے اپنے پڑوس میں ایک مکان خریدا۔ جب شیخ اُس مکان میں رہنے لگا تو وہ ہر روز صبح سے شام تک شیخ کی صحبت میں رہا کرتا تھا اور اسی زمانے میں اُسنے شیخ سے منطق اور مجسطی پڑہی ابوعبید اللہ بھی ہر کتاب میں اُس کا شریک رہتا تھا۔

چونکہ اس اثنا میں شیخ ایک مدت دراز تک فتنہ و فساد سے محفوظ رہا تھا اُسنے تصنیف و تالیف کے سلسلے کو پھر شروع کیا۔ اور کتاب اوسط اور کتاب مبدا و معاد تصنیف کی اور جو کتابیں ناتمام رہ گئی تہیں اُنکی تکمیل بھی کی۔

یہ کتاب اوسط جرجان کے نام سے بھی مشہور ہے اور وہ اُسی زمانہ میں لکھی گئی جبکہ شیخ جرجان میں تھا

ایک مدت سے شیخ کو جرجان میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب اُس کا دل برخاستہ ہوگیا اس سبب سے وہ ملک رَے کو روانہ ہوا یہ زمانہ مجد الدولہ اور اُسکی ماں ملکہ کا تھا۔ چونکہ وہ دونو شیخ کے حال سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے اُنہوں نے شیخ کی بہت خاطر کی اور اُسکو نہایت تعظیم و توقیر سے اپنے یہاں رکھا۔

اتفاقاً اُس زمانہیں مجد الدولہ کو مالیخولیا کا مرض ہوگیا۔ ملکہ نے شیخ کو مجد الدولہ کے علاج کرنے کے لیئے کہا اور جب شیخ نے علاج کیا تو مجد الدولہ بہت جلد تندرست ہوگیا اور ملکہ بہت خوش ہوئی۔ اُسکو صلات و عطیات سے بہی خوش کیا۔

شیخ نے انہیں ایام میں کتاب معاد کو مجد الدلہ کے نام سے معنون کیا۔ اور اس زمانہیں یہ بہی سنا گیا کہ سلطان محمود تسخیر رَے کے ارادے سے نکل چکا ہے اور بہت قریب ہیں وہ یہاں پہونچنے والا ہے۔ اس خبر کے سننے سے شیخ کو بہت تردد ہوا اور وہ رَے سے نکلکر قزوین چلا گیا اور قزوین سے ہمدان کو روانہ ہوا۔ یہ زمانہ شمس الدولہ بن فخر الدولہ کی حکمرانی کا تھا شیخ کدبانویہ کے پاس اُترا جو شمس الدولہ کے ایک امیروں میں سے تھا اور کچھہ دنوں تک وہ اُس کے یہاں بطور ناظر کے رہا۔ اتفاقاً اس زمانہیں شمس الدولہ مرض قولنج میں گرفتار رہوا۔ جب شیخ کے مطب کا حال اُسکے گوش زد ہوا تو اُسنے اُسکو اپنے علاج کے لیئے طلب کیا۔ شیخ نے حقنہ اور شیاف وغیرہ اعمال طب سے اُسکا علاج کیا اور وہ کچھہ عرصے میں چنگا ہوگیا اور اسوجہہ سے شمس الدولہ اُسکو بہت چاہنے لگا۔ اور اُسکو اپنا مصاحب خاص بنایا۔

اس اثنا میں شمس الدولہ نے کرمان شاہان (وحرب عناز کے ملک پر چڑہائی کی جو کہ اُس ملک کا حاکم تہا۔ اس سفر میں شیخ بہی اُسکے ہمراہ تھا جب دونو فوجیں ملیں اور جنگ ہوئی تو شمس الدولہ کو فتح نصیب نہیں ہوئی اور اسوجہہ سے وہ ہمدان کو واپس روانہ ہوا۔ اور اُسنے شیخ سے درخواست کی

کہ وہ وزارت قبول کرے۔ شیخ نے وزارت قبول کی اور اس خوبی سے عہدہ وزارت کو چلایا کہ لوگ حیران ہوگئے

اس زمانہ میں شمس الدولہ کا خزانہ روپے سے خالی ہوگیا تھا اور اہل فوج اور اور نوکروں اور وظیفہ خواروں اور انعامداروں اور منصب داروں کا تقاضا ہورہا تھا۔ عام لوگوں نے خیال کیا کہ شیخ ہی نے غبن کی ہے اور اپنا گھر بھر لیا ہے۔ چنانچہ بعض حاسدوں نے اہل فوج کو یہ ترغیب دی کہ تم شیخ کے مکان میں کچھ روپیہ اور اشرفی ڈالدو اور بادشاہ سے عرض کرو کہ تمام خزانہ شیخ نے چرایا ہے۔ اسوقت ہم بھی تمہاری تائید کرینگے اور اسکا ثبوت بھی پہونچانے میں تمہاری مدد کرینگے۔ اس سازش کے بموجب لوگوں نے یہ کارروائی کی۔ اور پھر وہ شیخ کو بادشاہ کے پاس پکڑ لے گئے۔ اور بادشاہ کو اُس کے جرم کا ثبوت دے کر اُسکے قتل پر آمادہ کرنا چاہا لیکن شمس الدولہ نے اُن کے اس کہنے سے اصلاً التفات نہیں کیا۔ بلکہ اُسنے اس فتنہ کے فرو کرنے کے لیئے یہ پولٹیکل چال اختیار کی کہ شیخ کو چند روز کے لیئے عہدۂ وزارت سے معزول کردیا اور اُس کی جگہہ پر ابوسعید اہدخداک کو عہدۂ وزارت سے سرفراز کیا اور اسوجہ سے شیخ معزول ہوکر چالیس روز تک خانہ نشین رہا تھا کہ شمس الدولہ کا مرض قولنج پھر عود کیا۔ تو اُسنے شیخ کو بڑی منت سماجت سے بلوایا اور جب وہ آیا تو اُس سے بہت معذرت کی اور کہا کہ یہ صرف ایک پولٹیکل چال تھی جو مینے تمکو عہدۂ وزارت سے معزول کردیا۔ کیونکہ بغیر اسکے یہ فتنہ فرو ہونے والا نہیں تھا۔ پھر شیخ اُسکا علاج کرنے لگا اور جب وہ اچھا ہوگیا تو شیخ کو پھر اس عہدۂ وزارت سے سرفراز کیا

اس زمانہ میں ابو عبیداللہ نے جو شیخ کا شاگرد رشید تھا شیخ سے درخواست کی کہ وہ ارسطو کی کتابوں کی شرح لکھے۔ چونکہ شیخ کو عہدۂ وزارت کے کاموں سے مطلق فرصت نہیں تھی اسلیئے اس درخواست کو منظور نہیں کر سکا

لہ اس لفظ کو حیدرآباد میں اسیطرح بولتے ہیں ورنہ درحقیقت اس لفظ کا صحیح اطلاق مختلف ہے۔ (حسن)

لیکن اس سے ابو عبید اللہ کا اصرار اور بڑھا۔ اس پر شیخ نے کہا کہ اب مجھکو زیادہ فرصت نہیں ہے البتہ ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو اعتراضات اور طول طویل مباحثات سے خالی ہوگی۔ ابو عبید اللہ نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ پس شیخ نے علم طبعیات کو لکھا اور اُسکو اپنی کتاب شفا میں شامل کر دیا۔ اور اسی زمانے میں کتب خمسہ قانون کی بھی ایک کتاب (حصہ) تصنیف کی۔

شب کے وقت جب کہ وہ کاموں سے فراغت پاتا تو اُس وقت طالبعلموں کا ایک جلسہ قائم کرتا اور اُن کے روبرو لکچر دیا کرتا۔ جس سے وہ مستفید ہوتے تھے۔

ابو عبید اللہ کا بیان ہے کہ شیخ کے سب شاگردوں سے پہلے میں نے کتاب شفا اُس سے پڑھی ہے اور دوسروں نے میرے بعد اُسکو پڑھا ہے۔ پھر ایک مدت تک یہہ صحبت رہی۔

اتفاقاً اُس زمانہ میں شمس الدولہ کو حاکم جبال سے جب کہ وہ خود سری اور سرکشی کرنے لگا تھا فوج کشی کرنی پڑی اور اُس نے شیخ کو بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا لیکن شیخ نے ساتھ جانے سے انکار کیا اور استعفا دیکر خود ہمدان میں مقیم رہا۔ جب شمس الدولہ روانہ ہوا تو اثنا راہ میں اُس کو مرض قولنج پھر ہو گیا چونکہ مسافرت میں اسباب علاج آسانی سے میسر نہیں آسکتے تھے مرض بڑھنے لگا اس کے مصاحبوں نے یہی مناسب جانا کہ اُس کو وطن پہونچایا جائے۔ پس وہ اُس کو ایک محفوظ اور آرام کی سواری میں بٹھلا کر ہمدان کو لے چلے۔ ابھی وہ ہمدان کو نہیں پہونچنے پائے تھے کہ شمس الدولہ نے انتقال کیا۔

اسکے مرنے کے بعد باتفاق اراکین سلطنت کے اُس کا بیٹا تاج الدولہ سریر آرائے سلطنت ہوا اور اُسکے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ پھر امیر موصوف نے شیخ کو بلوا کر اُس کو عہدہ وزارت کے قبول کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن چونکہ شیخ کو شمس الدولہ ہی کے زمانے میں جو کہ اُس کا سرپرست اور حامی تھا سخت صدمے پہونچے تھے۔ اسلیئے اُسنے عہدہ وزارت کے قبول کرنے سے

انکار کیا بلکہ اندیشے سے وہ ابوطالب عطار کے گھر میں پناہ گزین ہوا جو کہ اسکا شاگرد تھا۔

یہاں سے اسنے علاء الدولہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ مجھکو حضور کے پاس آنے کا بے حد شوق ہے۔ اگر حضور طلب فرمائیں تو میں نہایت خوشی سے وہ دولت پر حاضر ہوتا ہوں"۔ اور اسنے اس خط کو خفیہ طور پر علاؤالدولہ پاس بھیجا چونکہ یہ زمانہ شیخ کی فرصت کا تھا اور ابوعبید اسد جو اسکے ساتھ مثل سایہ کے رات دن لیٹا رہتا تھا وہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا تھا اور شیخ کو ایسے موقعوں میں تصنیف و تالیف کے سلسلے شروع کرنے میں ترغیب دیتا رہتا تھا۔ اسد نے بھی اس نے اس خط کو خفیہ طور پر علاؤالدولہ کے پاس بھیجا اور شیخ کو اسبات پر آمادہ کیا کہ وہ شفا اور قانون کی تکمیل کرے۔ شیخ نے اسکی درخواست کو منظور کیا اور ابوغالب سے لکھنے کا سامان طلب کیا۔ پھر جب لکھنے کا سامان فراہم کر دیا گیا تو اسنے علم حکمت کو جو کتاب شفا میں نہیں لکھے گئے تھے لکھکر اس میں داخل کر دیا۔ اور جو علم اور جو مسئلہ کہ جس مقام پر ہونا چاہیئے تھا اسکو اسی جگہ قلمبند کرتا گیا۔ اور جب وہ طبعیات اور الٰہیات کے مسودہ اور مبیضہ سے فارغ ہوا تو اس نے اس میں علم منطق کا بھی ایک حصہ لکھکر شامل کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ وہ ہر روز کئی ورق لکھتا تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ تاج الملک جو شمس الدولہ کے زمانے میں ایک نامور امیر تھا جب اسکا بیٹا تاج الدولہ حاکم مقرر ہوا تو تاج الملک اسکا وزیر ہوا اور چونکہ تاج الملک شیخ کا جانی دشمن تھا اسنے تاج الدولہ کو شیخ سے بدظن کرا دیا اور یہہ بھی کہا۔ کہ شیخ علاء الدولہ کا کوہ سے جو آپ کے پدر بزرگوار کا سخت مخالف رہا ہے اس سے رسل و رسائل کا طریقہ جاری رکھتا ہے۔ آخر تاج الملک کی بات چل گئی اور اسنے حکم دیا کہ شیخ کو گرفتار کرکے قید کر دیں۔ تاج الملک نے یہہ

حکم حاصل کر کے شیخ کی تلاش میں جاسوس روانہ کئے اور انہوں نے پتہ لگا لیا کہ شیخ ابو طالب عطار کے مکان میں پناہ گزین ہے پس فوراً انہوں نے ابو غالب عطار کے گھر کو محصور کر لیا اور شیخ کو گرفتار کر کے قلعہ بروآن جو بغداد سے سات فرسخ کے بعد مسافت پر واقع ہے لیجا کر قید کر دیا۔

شیخ نے زمانہ حبس کو فرصت اور غنیمت جان کر شفا کے بعض اجزا کی جو غیر مکمل تھیں تکمیل کی[1] اور کتاب ہدایہ اور رسالہ حی بن یقظان کو بھی اسی زمانہ حبس میں لکھا اور ایک قصیدہ بھی لکھا جسمیں ایک بیت یہ بھی ہے ؎

دخولی فی الیقین[2] کما ترائہ   وکل الشک فی امر الخروج

ترجمہ

یعنے اسمکان میں میرا داخل ہونا یقینی امر ہے جیسا کہ مشاہدہ کیا جارہا ہے اور یہاں سے نکلنے کے خیال میں محض شک ہی شک ہے۔

اس اثنا میں علاء الدولہ تاج الدولہ کی تنبیہ اور فتح ہمدان کے ارادے سے آیا چونکہ تاج الدولہ کو اس سے مقابلہ کرنے کی نہ طاقت تھی اور نہ جرات تھی اسلئے وہ بھاگ کر اس قلعہ میں پناہ گزین ہوا جہاں شیخ محبوس تھا اور علاء الدولہ بغیر کسی جنگ و روک کے سیدھا ہمدان میں داخل ہو گیا لیکن اُسنے تاج الدولہ کا قصور معاف کر کے اُسکا ملک چھوڑ دیا اور خود اصفہان چلا گیا۔

علاؤ الدولہ کے جانے کے بعد تاج الملک وزیر نے شیخ سے اپنے عفو جرایم کی معذرت چاہی اور اُس سے یہ درخواست کی کہ وہ اُسکی پاس رہے۔ شیخ نے منظور کیا اور تاج الدولہ و تاج الملک کی مصاحبت سے ہمدان کو آیا اور یہاں ایک علوی سید کے گھر میں جو اُسکا دوست تھا اوترا اور جبکہ وہ اس سید علوی

---

[1] جو کہا جاتا ہے کہ شیخ نے پوری کتاب شفا زمانہ حبس میں لکھی محض غلط ہے۔ لیکن تاریخ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اسنے اس زمانہ حبس میں اُسکے بعض اجزا لکھے ہیں ایسی حالت میں اُسکا اتنا لکھنا بھی اُسکی قابلیت اور تعریف کے لیے کچھہ کم نہیں ہے۔ مترجم!!

[2] اس شعر میں سہو کاتب سے بجائے "الیقین" کے "فی الیقین" لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ کوئی التفات قابل التفات غلطی نہیں ہے۔ مترجم

کے گہر میں رہتا تہا شفاء کے باقی اجزا کو جو نامکمل تھے پورا کیا اور ایک رسالہ ادویہ قلبیہ کا بھی اسی زمانہ میں لکہا۔

روایت کی جاتی ہے کہ شمس الدولہ کی وفات کے بعد دو سال تک شیخ خانہ نشین رہا۔ اور اس مدت میں وہ تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف رہا چونکہ شیخ مدت سے ایک ہی جگہہ رہنے سے اوکتا گیا تہا اُسنے سفر کرنا مناسب خیال کیا۔ پس اُسنے صوفیوں کا لباس پہنکر اپنے چھوٹے بھائی محمود اور ابو عبید اللہ اور ایک دو خدمتگاروں کو ساتہہ لیکر اصفہان کو چل کھڑا ہوا اور سفر کرتا ہوا مقام طبرک میں پہونچا جو علاقہ اصفہان کا ایک شہر ہے اور ایک دو روز وہاں رہکر آرام لیا۔ اس اثنا میں علاؤ الدولہ کو جب اوسکے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو اوسنے اپنے امیروں وزیروں علما، اور فضلاء کو اُسکے استقبال کے لیے بھیجا اور شیخ کی سواری کیلئے ایک گھوڑا جو شاہی زیور سے سنوارا گیا تہا مع ایک گرانبہا خلعت کے شیخ کی خدمت میں بھیجا اُنہوں نے اُسکا استقبال کیا اور بڑی ہی تعظیم و توقیر اور جلوس کے ساتہہ اُسکو لے آئے اور شیخ کو عبد اللہ بن ابی کے یہاں اوتارا جو ایک معزز اور متموّل آدمی تہا۔ اور اُس کی ضروریات اور مایحتاج کی چیزیں ہر وقت مہیا رکھی رہتی تہیں۔

دوسرے دن علاؤ الدولہ نے شیخ کو مدعو کیا پہر اُسنے یہہ بھی حکم دیا کہ تمام عالم اور فقیہہ ہر جمعہ کی رات کو ہمارے دربار میں حاضر ہوا کریں اور سوائے علمی مناظرہ اور مباحثہ کے اور کوئی بات نہ کریں۔

روایت کی جاتی ہے کہ ہر شب جمعہ کو علما جب علاؤ الدولہ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو شیخ کسی مسئلے کو پیش کرتا اور چونکہ اُسکے سامنے کوئی شخص اُس مسئلہ کی نسبت تقریر کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا تہا اسلیئے وہ خود ہی اُس پر اس خوبی اور تحقیق سے بحث اور گفتگو کرتا کہ سب لوگ ہمہ تن گوش ہوجاتے اور جس کسیکو کچہہ شبہ ہوتا وہ اُسکو شیخ سے پوچھہ لیتا اور شیخ اس تحقیق سے حل کردیتا کہ پہر اُسکو اُس مسئلہ کی نسبت شک باقی نہ رہتا۔

اسی زمانے میں ابوحیان جو بڑا ادیب تھا ایک رات کو وہ بھی علاؤالدولہ کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا اُسنے علم لغت کے متعلق کچھ بحث چھیڑی شیخ نے علم لغت کے متعلق بھی اپنے عزور علم سے کچھ تقریر کی۔ لیکن سچ یہ ہے کہ شیخ کی یہ تقریر کچھ باوقعت نہیں تھی کیونکہ اسکو اب تک اس علم کیطرف توجہ کرنیکا خیال نہیں ہوا تھا۔ اسپر ابوحیان نے کہا بیشک آپ کو علم حکمت اور فلسفہ میں ایسا کمال ہے جو دوسرا شخص اگر آپکے سامنے اسکا دعوے کرے تو وہ جھوٹا ثابت ہوگا اور آپ کا قول قابل صحت سمجھا جائیگا۔ لیکن یہ علم ایسا نہیں ہے کیونکہ اسکی نسبت اگر کوئی بات باوقعت اور قابل صحت سمجھی جاتی ہے تو وہ صرف اہل زبان کا محاورہ ہے اسلیئے اسکی نسبت آپکا قول کبھی حجت نہیں ہوسکتا

یہ بات شیخ کو بہت ناگوار معلوم ہوئی اب اُس نے اپنی پوری ہمت علم لغت کیطرف متوجہ کردی اور کتاب تہذیب اللغت کا مطالعہ شروع کردیا۔ جو ابومنصور ازہری کی تصنیف سے[1] علاوہ اسکے اور بھی دوسری لغت کی کتابوں کو دیکھنے لگا اور ایک عرصۂ قلیل میں علم لغت میں وہ ملکہ پیدا کیا کہ اُسکے زمانہ کے سب ادیب اور اہل لغت اُسکو استاد عصر تسلیم کرنے لگے۔ پھر اُسنے ایک قصیدہ لکھا جسمیں اُسنے اپنی لغت دانی ظاہر کی اور ایک رسالہ بھی لکھا جو کئی فصلوں پر مشتمل تھا۔

پہلا طریقہ ابن عمید پر۔

دوسرا ابن عباد کے طریقے پر۔

تیسرا ابراہیم ابواسحق صابی کے طریقے پر۔

شیخ نے اپنے اس رسالے کو پرانی قدیم کتابوں میں شامل کردیا اور بادشاہ سے یہ بات کہی کہ آپ اس رسالے کو ابوحیان کے حوالے کیجیئے اور اُس سے کہیئے کہ یہ ایک پُرانا قدیم رسالہ کتاب خانے میں سے نکلا ہے۔ اور میں اسکے مضامین سے

---

[1] چونکہ یہ کتاب اس وقت وہاں دستیاب نہیں ہوسکتی تھی اسلیئے خراسان سے منگائی گئی۔

واقف ہونا چاہتا ہوں۔ اور جب اُسکا عجز ظاہر ہوجائے تو اُسوقت اُسکو میری طرف منسوب کیجیئے ورنہ اسوقت تک اِس راز کا پوشیدہ ہی رہنا مناسب ہے۔

غرضکہ عادت کے موافق ابومنصور جبان بادشاہ کے پاس آیا۔ باتوں باتوں میں بادشاہ نے اُس سے کہا کہ یہ چند رسالۂ نظم ونثر کے کتاب خانہ سے نکل آئے ہیں میں اُن کے مضامین کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ابومنصور نے لیکر اُسکو بغور دیکھا۔ لیکن بہت سے مضامین پوری طور پر اُسکی سمجھ میں نہیں آسکے۔ اس اثنا میں شیخ بھی آپہونچا جن لغات کے معنے ابومنصور سے حل نہیں ہوسکے تھے شیخ نے اُن کو سہل طور سے بیان کی صداقت میں اہل زبان کے محاورات کی اتنی نظیریں پیش کیں کہ سب کو حیرت ہوگئی۔ ابومنصور سمجھ گیا کہ یہ نظم ونثر شیخ ہی کی تصنیف ہے۔ پھر اُسنے معذرت چاہی اور شیخ کی لغت دانی کا بھی قایل ہوگیا۔

پھر اُسی زمانہ میں شیخ نے علم لغت میں ایک کتاب لکھی جسکا نام لسان العرب رکھا۔ لیکن چونکہ اس کتاب کا مبیضہ نہیں ہونے پایا تھا کہ وہ اُسکی اور بیش بہا کتابوں کے ساتھ تباہ وبرباد ہوگئی۔ چنانچہ آگے اسکا حال مفصل بیان کیا گیا ہے۔

اور اسی زمانے میں علاؤالدولہ نے شیخ کو عہدۂ وزارت سے سرفراز فرمایا۔ روایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے وزارت کے زمانہ میں ہمیشہ آفتاب کی طلوع ہونے سے پیشتر اوٹھا کرتا تہا اور کچھہ دیر تک کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ اسکے بعد مجلس درس میں جا بیٹھتا تہا اسوقت اُسکے سب شاگرد بھی جمع رہتے تھے۔ پھر وہ اُن کے سامنے علوم حکمت کے مضامین بیان کرتا اور لوگ نہایت ہی شوق وذوق سے اُسکو سنتے اور فائدہ اُٹھاتے جو لوگ اُسکی مجلس درس میں حاضر ہوا کرتے تھے اُن میں سے بعض کے یہ نام ہیں۔

کیارئیس۔ بہمن یار۔ ابومنصور زیلہ۔ عبدالواحد جرجانی۔ ابوعبداللہ معصومی سلیمان دمشقی وغیرہم۔

بہمنیار لکھتا ہے کہ اُس زمانے میں ایکشب کا ذکر ہے کہ ہمنے عیش وعشرت میں رات سے صبح کردی۔ پھر جب صبح کو مجلس درس میں ہم سب لوگ جمع ہوئے تو شیخ الرئیس وہاں

دینے لگا۔ چونکہ ہم سب کے ہوش حواس بجا نہ تھے۔ اسلیئے کوئی شخص توجہ سے نہیں سنتا تھا۔ اور اسلیئے فہمیدگی کے آثار کسی کے چہرہ سے ظاہر نہیں ہوتے تھے گو شیخ بہت کوشش کرتا تھا اور مسایل کو نہایت فصاحت اور مشرح طور پر بیان کرتا تھا مگر کسی کے ہوش بجا تھے جو پورے طور پر سمجھتا۔ آخر وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا شاید تم نے رات کو اپنا گرانمایہ وقت لہو ولعب میں کاٹا ہے۔ ہم نے کہا آپ بہت درست فرماتے ہیں۔ شیخ نہایت برانگیختہ ہوا اور رنج سے آنکھوں میں آنسو لاکر ایک سرد آہ کھینچی اور کہا افسوس! کہ تم اپنی گرانبہا عمر کو اس بیقدری سے گذارتے ہو اور تحصیل علم سے بے بہرہ رہتے ہو۔ تعجب ہو کہ ایک ذلیل پیشہ کا آدمی بھی اپنے پیشہ میں شبانہ روز محنت کر کے نامور اور صاحب کمال ہو جاتا ہے۔ اور تم حالانکہ اپنے آپ کو شریف سمجھتے ہو اور اہل علم میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہو۔ مگر میری رائے میں ایک جاہل سے جاہل آدمی بھی تم سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ ادائے فرائض سے بے پرواہ نہیں رہتا ہے۔

حاصل کلام اُن سب کے دلوں پر شیخ کی یہ نصیحت اپنا کام کرگئی اور اُس روز سے وہ سب اُسکی مجلس میں حاضر رہتے اور نماز پنجگانہ بھی اُسی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔

ان مشاغل کے بعد شیخ الرئیس امورات انتظام سلطنت کیطرف متوجہ ہوتا اور ہر ایک قسم کی اصلاح و انتظام کے متعلق احکام جاری کرتا۔

روایت کی جاتی ہے کہ اسی زمانہ میں جبکہ شیخ الرئیس عہدۂ وزارت پر متمکن تھا ایک بڑا امیر مرض مالیخولیا میں مبتلا ہو گیا اور اُسکو یہ خیال بندھا کہ وہ ایک گائے ہو گیا ہے۔ پس وہ گائے کیطرح پکارتا تھا۔ اور جو کوئی اُسکے نزدیک جاتا تو اُس پر حملہ کرتا اور اگر اُسکو موقع ملجاتا تو وہ لوگوں کو زخمی بھی کرتا۔ اور یہ کہتا کہ میں گائے ہو گیا ہوں اور کاٹ کر میرے گوشت کا ہریسہ بناؤ اور کھاؤ۔ غرضکہ ایک زمانہ تک اسکا یہی حال رہا اور پھر دن بدن مرض بڑھتا چلا اور آخر کار یہ نوبت پہونچی کہ کوئی دوا ہو کوئی غذا ہو اُس سے اُسکا مرض بڑھتا چلا جاتا تھا۔ سب طبیبوں نے اُسکے معالجہ سے ہاتھ اُٹھا لیا۔ اُسکے عزیزوں نے علاؤ الدولہ سے یہ سب

کیفیت بیان کی اور یہ درخواست کی کہ آپ مہربانی فرما کر شیخ الرئیس کو اُسکے علاج کرنے کا حکم دیجئے۔ علاؤالدولہ نے شیخ کو بلوایا اور اُسکا معالجہ کرنے کا حکم دیا۔ شیخ مریض کے مکان پر پہونچا اور اوسکے خدمتگاروں اور لونڈیوں سے اس مرض کی کیفیت جیسی کہ دریافت کرنی تھی دریافت کی۔ پھر اُسنے اُسکے متعلقین سے کہا کہ تم اسکو یہ اطلاع دو کہ اب ذبح کرنے اور تیرا گوشت کاٹنے کے لیئے قصاب آتا ہے یہ کہکر وہ خود بڑے جلوس کے ساتھ آیا اور اُسکے ہاتھ میں ایک چھری بھی تھی۔ اُسنے کہا وہ گائے کہاں ہے جسکے ذبح کرنے کے لیئے مجھکو بلایا گیا ہے۔ اُسکو پکڑ لاؤ میں اُسکو ذبح کرتا ہوں۔ بیمار یہ آواز سنکر گائے کیطرح چلایا۔ اس سے اُسکا یہ مطلب تھا کہ میں ہی گائے ہوں۔ شیخ نے کہا اُسکو یہاں صحن میں پکڑ لاؤ اور اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ دو۔ بیمار یہ سنکر خود ہی صحن میں آیا اور لیٹ گیا پس اُسکے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے۔ شیخ نے چھری پر چھری کو گھسا اور اُسکے پیٹے کو ٹھیکنے لگا۔ جیسے کہ قصابوں کی عادت ہے اسکے بعد اُسنے کہا یہ گائے ابھی بہت دبلی ہے اور کاٹنے کے قابل نہیں ہے۔ چند روز اسکو گھانس اور دانہ کھلاؤ جب یہ خوب موٹی ہو جائیگی تو میں آکر ذبح کرونگا یہ کہکر وہ اوٹھا اور اُس کے متعلقین سے کہا کہ تم اس سے یہ کہو کہ تو جلدی کھا کر موٹا ہو جا پھر تجھے قصاب آکر ذبح کریگا۔ یہ سنکر مریض بہت خوش ہوا کہ اب میں جلد ذبح کیا جاؤنگا۔ پس وہ کھانے لگا اور اس صورت سے اُسکو دوا اور غذا دیجانے لگی۔ اور اس تدبیر سے ہر ایک مناسب دوا اُسکو دیجانے لگی اور بفضل خدا وہ بہت جلد تندرست ہوگیا۔ شیخ کے اس علاج سے علاؤالدولہ بہت خوش ہوا اور شیخ کی بہت تعریف و توصیف کی۔

تاریخ الحکماء میں روایت کیگئی ہے کہ اسی زمانے میں شیخ نے کتاب شفا میں اور اجزا اضافہ کرکے اُسکو مکمل کیا اور کتاب منطق اور مجسطی کی تصنیف سے بھی فارغ ہوا اور اس سے پہلے کتاب اقلیدس اور ارثماطیقی اور موسیقی کا اختصار کر چکا تھا اور ہر کتاب میں ریاضی کو جسکی اُسمیں ضرورت ہوتی تھی لکھتا جاتا تھا اور مجسطی میں اور دس شکلیں جنمیں اختلاف منظر تھا زیادہ کیں اور اسیطرح مجسطی کے آخر میں علم ہیئت کی بھی چند مسائل جو پہلے سے اُسمیں نہیں تھے اضافہ کئے اور اقلیدس میں چند شبہا اور زیادہ کئے ثماطیقی میں چند

خواص حسنہ کا اضافہ کیا اور موسیقی میں چند مسایل ایسے بڑہائے جس سے متقدمین آگاہ نہیں تھے غرضکہ اسیطرح سے کتاب شفا کے تمام اجزا کو بالکل مکمل کردیا جسمیں علم حکمت کے مسایل پورے بیان کیے گئے ہیں۔ مگر اسوقت تک کتاب نبات وحیوان اسمیں شریک نہیں کی گئی تھی۔ اس کتاب کو اسنے اُسوقت لکھا جبکہ وہ علاؤالدولہ کے ساتھ شاپور کا سفر کر رہا تھا اور جس زمانہ میں کہ وہ عہدہ وزارت سے سرفراز اور اصفہان میں مقیم تہا کتاب نجات کو جو اُسکی بیش بہا تصنیف ہے تصنیف کی۔

روایت کی جاتی ہے کہ جس زمانے میں علاؤالدولہ مفسدوں کی تنبیہہ کیغرض سے ہمدان کو روانہ ہوتا تہا شیخ بھی اُسکے ساتھ تھا۔ ابوعبید اللہ جو ہمیشہ شیخ کی صحبت میں رہتا تہا اور اُس سے علم حاصل کرتا رہتا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ اُس زمانہ میں ایک رات کا ذکر ہے کہ علاؤالدولہ کی مجلس میں علوم نجوم کا کچہہ ذکر آیا اور تقویموں میں جو خلل قدیم رصدوں کے بموجب واقع ہوتا تھا اُسکا بھی ذکر آیا علاؤالدولہ نے شیخ الرئیس سے کہا کہ اگر تو کوئی رصد خانہ بنا دیگا تو بہت کارآمد اور مفید ہوگا اور اُسنے اپنے خزانچی کو یہ حکم دیدیا کہ وزیر اعظم (شیخ الرئیس) جسقدر روپیہ طلب کرے بلا تامل دیدیا کرا۔ ابوعبید اللہ لکھتا ہے کہ شیخ نے مجھکو بلوایا اور اُسکا انتظام میرے سپرد کیا۔ محض عمل کی سہولت اور باریکیوں کی وضاحت اور تشریح کی غرض سے اُسنے ایک رسالہ بھی لکھدیا میں نے بہت جلدی سے اُسکا انتظام کیا اور مختلف قسم کے آلات اور اوزار جمع کیے تاہم اُس کے مہیا کرنے میں کئی سال گذر گئے۔ علاوہ اسکے علاؤالدولہ کے متواتر سفر اور شیخ الرئیس کے مشاغل کی کثرت سے یہ کام انجام کو نہ پہونچ سکا۔ شیخ نے اسی زمانے میں کتاب حکمت جو علائیہ کے نام سے موسوم ہے تصنیف کی۔

ابوعبید اللہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ مجھکو دور تو شیخ کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور میں شیخ کے طریق مطالعہ سے بھی خوب واقف ہوں میں نے دیکہا ہے کہ شیخ کبھی کسی کتاب کو ترتیب سے بالاستیعاب مطالعہ نہیں کرتا تہا بلکہ اُسکی عادت یہ تھی کہ وہ ہر کتاب کے مشکل مقامات کو دیکھتا تھا جس سے وہ مصنف کتاب کی شان کو جان لیتا۔

---

[1] فارس کا ایک شہر ہے اور یہاں سے شیراز پندرہ فرسخ کی مسافت پر ہے۔

یہ بھی روایت کیجاتی ہے کہ جب شیخ نے کتاب مختصر اصغر جو منطق میں ہے تصنیف کی اور وہ شیراز کے عالموں کے مطالعے میں آئی تو اُنہوں نے اسپر چند اعتراضات لکھے اور اُن اعتراضات کو ایک رسالہ کی صورت میں جمع کر کے معہ ایک خط کے ابو القاسم کرمانی کے پاس جو ابراہیم ابن بابا دیلمی کا دوست تہا بھیجا۔

ابو القاسم نے اُن اجزاء کو شیخ کے حوالہ کیا۔ شیخ ابو القاسم سے باتیں کرتا ہوا اُنکو دیکھتا جاتا تہا اور نماز عشاء تک یہی صحبت رہی بعد نماز عشاء کے اُسنے ان اعتراضات کے جوابات لکھنے شروع کیے یہ موسم گرمیوں کا تہا اور رات بہی چہوٹی ہوتی تھی۔ نصف شب گذری تہی کہ اُسنے اُن سب اعتراضات کے جواب لکھ ڈالے۔ ابو القاسم کہتا ہے کہ میں صبحکو جب شیخ کے پاس آیا تو وہ جانماز پر بیٹھا ہوا تہا اُسنے مصلے کے نیچے سے وہ جوابات نکالکر میرے حوالہ کیے اور یہ کہا کہ میںنے جس جلدی سے یہ جوابات دیے ہیں اسکی کیفیت بہی ایک خط میں لکھکر علماء شیراز کے پاس بھیجدے۔ جب ابو القاسم کا خط اور شیخ کے جوابات اُن کے پاس پہنچے تو وہ سب حیرت میں رہ گئے اور اُنہوں نے اپنی خطا کا اعتراف کیا۔

روایت کیجاتی ہے کہ جس زمانہ میں شیخ اصفہان میں وزیر تہا علاؤ الدولہ نے ایک کمربند جو زر و جواہر سے مکلل و مرصع تھا معہ ایک خنجر کے جو زر و جواہر و لعل آبدار سے مرصع تہا عطا فرمایا چونکہ شیخ نے اس چیز کو اپنی حالت کے نامناسب پایا اُسنے اپنے ایک غلام کو وہ کمربند اور خنجر دیدیا۔ چند روز کے بعد علاؤ الدولہ نے اس کمربند اور خنجر کو شیخ کے غلام کے کمر میں بندھا ہوا دیکھا اور غلام سے اسکا سبب پوچھا تو اُسنے بیان کیا کہ شیخ نے مجھکو مرحمت کیا ہے۔ علاء الدولہ نہایت برانگیختہ ہوا اور غلام کو سرزنش کی اسلیے کہ علاء الدولہ اُس کمربند کو اپنے لائق سمجھتا تہا اسوجہہ سے وہ شیخ کے قتل کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ کیونکہ اُسنے شاہی عطیہ کی کچہہ قدر نہیں کی۔ اہل دربار میں سے ایک شخص نے جو شیخ کا بڑا دوست تھا شیخ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ پس شیخ سیاست سلطانی کے خوف سے بہیس بدل کر اصفہان سے ملک رے کو چل نکلا جب شیخ رے میں پہونچا اور چونکہ بھوکا تھا بازار میں روٹی خریدنے کے لیے نکلا۔ تو ایک دوکان پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ دیکھنے اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک نوجوان بیماروں کو دوا دیتا ہے۔ اور یہ ہجوم مریضوں کا ہے۔ شیخ اس دوکان کے قریب پہونچا اور اُس طبیب جوان کے اقوال و اعمال کو دیکھنے لگا۔ اس اثنا

میں ایک بڑھیا قارورہ کی شیشی ہاتھ میں لیئے ہوئے پہونچی اُسنے قارورے کی شیشی دیکھتے ہی بلا تامل کہدیا کہ جس مریض کا یہ قارورہ ہے وہ یہودی ہے اسکے بعد یہہ کہا کہ آج مریض نے چھاچھہ پی ہے۔ عورت نے کہا "ہاں" پھر اُسنے کہا کہ اس مریض کی خوابگاہ پست جگہہ میں ہے۔ عورت نے کہا "ہاں" جب اس طبیب جوان کی نظر شیخ پر پڑی تو اُسنے شیخ کو اپنے نزدیک بلوایا اور اپنے بازو میں بٹھایا۔ علاج معالجہ سے فارغ ہونے کے بعد اُس نوجوان نے کہا کہ "میں جانتا ہوں کہ تو شیخ الرئیس ہے اور علاؤ الدولہ کے خوف سے بھاگ کر یہاں آیا ہے"۔ کہ اس کے سننے سے شیخ کو اور زیادہ تعجب ہوا۔ پھر اُسنے شیخ سے اسبات کی درخواست کی کہ وہ اُسکی مہمانی قبول کرے۔ شیخ نے اسکی دعوت قبول کی اور اُسکے گھر کو گیا۔

دعوت کے تکلفات اور میزبانی کی شرطوں کے ختم ہونے کے بعد ایک روز شیخ نے اُس سے اُس روز کے واقعہ کی خبر دریافت کی۔ اور کہا کہ تو نے کسطرح جانا کہ وہ قارورہ یہودی کا تھا اور اُسنے چھاچھہ پی ہے اور اُسکی خوابگاہ مقام پست میں واقع ہے نوجوان نے کہا میںنے اسوجہہ سے ان امور کو جان لیا کہ جب اس عورت نے اپنے پیراہن سے ہاتھ باہر نکالا تو میںنے دیکھا کہ اسکا پیراہن نہایت قیمتی ہے۔ مگر اسکے ساتھہ ہی اسپر نجاست کے آثار بھی میںنے دیکھے اور چھاچھہ کے بھی دھبے اسپر پڑے ہوئے تھے اس سے میںنے جانا کہ وہ عورت یہودیہ ہے اور چونکہ اس شہر میں یہودیوں کا محلہ ایک پست مقام میں ہے اسوجہہ سے میںنے کہدیا کہ اُسکی خوابگاہ مقام پست میں واقع ہے۔ پھر شیخ نے یہہ پوچھا کہ تو نے مجھکو کسطرح پہچانا کہ میں شیخ الرئیس ہوں اور علاؤ الدولہ کے خوف سے یہاں بھاگ کر آیا ہوں اسپر نوجوان نے کہا کہ میں پہلے ہی تیرے فضل وکمال کی کیفیت سن چکا تھا اور جب میںنے تجھکو دیکھا تو تیرے چہرے سے وہ آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس سے میںنے خیال کیا کہ ہو نہ ہو یہ بو علی ہے۔ اور میں یہہ بھی جانتا تھا کہ علاؤ الدولہ کبھی تجھکو اپنے سے جدا نہ کریگا مگر ایک اتفاقی امر سے وہ تجھسے خفا ہوگیا اور یہ خبر زبان زد عام تھی غالباً تو اسیوجہہ سے وہاں سے بھاگا ہے میںنے ان حالات کے جاننے سے تجھکو پہچان لیا۔

پھر شیخ الرئیس نے اُس نوجوان طبیب سے کہا کہ اب تو مجھہ سے کیا چاہتا ہے تاکہ میں اُسکو قبول کروں اور تا بمقدور تیری آرزو کے پورا کرنے میں کوشش کروں

اُسنے کہا علاؤ الدولہ تجھسے کنارہ کش نہیں رہے گا اور قریب ہی تجھکو بلوائیگا اور تجھکو تیرے عہدہ مُسابقہ پر مقرر کرے گا۔ میری تجھسے صرف یہہ درخواست ہے کہ جب تو اپنے عہدہ وزارت پر مامور ہوجاوے تو میری کمالات کا ذکر جنکو تونے بچشم خود دیکھا ہے۔ علاؤ الدولہ کے حضور میں بیان کرے اور سفارش کرکے مجھکو اُسکے مصاحبین میں داخل کرلے۔

تہوڑے دنوں کے عرصہ میں علاؤ الدولہ نے اپنے چند خاص ملازموں کو معہ خلعت وعطائے عہدہ وزارت شیخ الرئیس کے پاس بہیجا اور اُس سے معذرت چاہی جب شیخ اصفہان کو روانہ ہوا تو اُس نوجوان طبیب کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا جب علاؤ الدولہ سے شیخ کی ملاقات ہوئی تو اُسنے نوجوان طبیب کا واقعہ بیان کیا اور اُسکے کمال کی تعریف کی اور سفارش کرکے اسکو خاص مصاحبوں میں داخل کردیا جسوقت کہ شیخ عہدہ وزارت کے کاموں میں مصروف تہا۔ نوجوان بادشاہ کو ایسے عمدہ لطیفوں سے خوشوقت رکھتا تھا کہ بڑے بڑے ادیب اور ندیم اُسکے لطیفوں پر تعجب ظاہر کرتے تہے۔

تاریخ نگارستان میں روایت کی گئی ہے کہ گو شیخ الرئیس بڑے بڑے اہل علم اور ذی فنون لوگوں کے نزدیک مسلم اُستاد تھا۔ اور کوئی اُسکے روبرو تقریر نہیں کرسکتا۔ اور ہر شخص کو وہ تقریر میں چپ کرا دیتا۔ لیکن ایک وقت کا ذکر ہے کہ ایک بہت ہی ذلیل خاکروب سے وہ تقریر میں اسقدر عاجز آگیا کہ اُسکو کوئی بھی جواب نہ دے سکا اور چونکہ ہمراہ بہت سے لوگ تھے وہ بہت شرمندہ اور خفیف ہوا اس کی اصل واردات یہہ ہے کہ ایک روز شیخ جبکہ وہ وزیر تھا معہ جلوس ایک رستے سے گذر رہا تہا کہ اُسنے ایک خاکروب کو دیکھا جو کہ اپنے شغل میں مصروف تہا اور یہ شعر پڑہتا جاتا تھا ؎

گرامی داشتم ای نفس ازآنت
کہ آسان بگذرد بر دل جہانت

یعنے اے نفس میں تجھکو اسلیئے عزیز رکھتا ہوں کہ دنیا کے حالات سے تجھکو کسی قسم کا بار نہ ہونے پائے۔

شیخ اس شعر کو سنکر ہنسا اور مسکراتا ہوا بنظر طعن کے اس سے کہا ہاں۔ نفس کی ایسی ہی عزت کرنا چاہیے جیسی کہ تو اس سے مرعی رکھتا ہے۔ اسکی تو نے خوب تعظیم کی۔ کہ اسکو ایسے ذلیل کام میں ڈالا ہے اور تو اپنی عمر عزیز کو ایسے خسیس کام میں صرف کرتا ہے اور اس ذلیل کام کو باعث فخر جانتا ہے۔ اس نے تہوڑے دیر کیلیے اپنا کام ترک کیا اور یہ جواب دیا کہ جرات اور ہمت کی رو سے یہ بات متر شح ہوتی ہے کہ ذلیل پیشہ سے روٹی پیدا کرکے کہانا اس سے بہتر ہے کہ کسی کی خدمت بجا لانا اور اسکا بار احسان اٹھانا یہ سنکر شیخ الرئیس سخت شرمندہ ہوا اور وہاں سے جلد جلد چلنے لگا۔

حاصل کلام شیخ الرئیس نے علاءُ الدولہ کی ملازمت میں اپنی عمدہ حکیمانہ لیاقتوں کا اظہار کیا کہ وہ کبھی بھولی نہیں جا سکتیں۔

کتب تواریخ میں یہ صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جب سلطان محمود سبکتگین عراق عجم کو فتح کر چکا تو اس نے مجد الدولہ دیلمی کو گرفتار کرکے غزنیں کو بہیجدیا اور ابو جعفر علاءُ الدولہ کا کہ یہ جو مجد الدولہ کی جانب سے اصفہان کو صوبہ دار یا فرمانروا تھا۔ سلطان محمود کی قوت اور سیاست سے خائف ہو کر فارس کو چلا گیا۔ سلطان محمود اسپر قبضہ کر لینے اور ملک رے کو فتح کرنے کے بعد عراق کی صوبہ داری اپنے فرزند مسعود کے سپرد کرکے خود غزنیں کو چلا گیا۔ علاءُ الدولہ نے بنظر مصلحت وقت اپنے بیٹے کو بہت سا تحفہ اور ہدیہ دیکر سلطان مسعود کے پاس بھیجا جس سے اسکے قصور معاف کر دئے گئے اور اصفہان کی حکومت پہر اسکے سپرد کر دی گئی۔ جب اسیطرح کچھ مدت گذری تو شیخ الرئیس کی حسن تدبیر سے پولٹیکل امور میں بہت اصلاح ہوگئی جسکی بنا پر اسنے پہر اپنے مستقل حاکم ہونے کا دعوے کیا جب سلطان مسعود کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک بہاری جنگی فوج لیکر اصفہان پر چڑھ آیا۔ چونکہ علاءُ الدولہ کو اسکے مقابلے کی تاب نہیں تہی اسلیئے وہ اصفہان سے نکلکر شاپور اور آہواز کو چلا گیا۔ جب سلطان مسعود اصفہان میں پہونچا تو علاءُ الدولہ کی بہن گرفتار ہوگئی۔ شیخ الرئیس نے علاءُ الدولہ کے خاندان کی عزت و ناموس کی لحاظ کرنے کی نسبت جو رائے دی اسکو سلطان مسعود نے پسند کیا۔ پہر شیخ نے اسکو یہ رائے دی کہ اگر آپ علاءُ الدولہ کی بہن سے جو آپ کی ہم کفو ہے نکاح کریں تو سب جہگڑا جاتا رہیگا اور علاءُ الدولہ بلا تامل

اصفہان آپ کے حوالے کردیگا۔ پس اُس نے شیخ کی رائے کے بموجب اُس سے نکاح کیا اور اپنی بیبیوں سے زیادہ اُسکی عزت اور خاطر کرتا تھا۔ پھر اُسنے خود ہی اصفہان کو علاؤالدولہ کے حوالے کردیا۔ جب اسطرح پر کچھہ زمانہ گذرا تو بعض شریر مفسدوں نے سلطان مسعود سے یہ کہدیا کہ علاؤالدولہ پھر آپ سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ وہ خفیہ طور پر برابر جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اس خبر کے سننے سے سلطان مسعود بہت ہی برانگیختہ ہوا اور علاؤالدولہ کو لکھہ بھیجا کہ تو اپنے خیال خام سے درگذر اور اپنی عزت کے کھوئی جانے کا خیال کر۔ اور ہمیں تکلیف بھی نہ دے۔ ورنہ میں تیری بہن کو آزاد کردونگا اور اُسکو فوج کے ایک ادنے سپاہی کے حوالے کردونگا۔ اس خط کے پڑھنے سے علاؤالدولہ بہت خشمناک ہوا اور اُسکے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے اور شیخ سے کہا کہ تو میری جانب سے اس خط کا جواب لکھہ بھیج شیخ نے مقررہ آداب والقاب سلاطین کی لکھنے کے بعد یہ لکھا کہ بعض چغلخوروں اور مفسدوں نے جو علاؤالدولہ کے دشمن ہیں آپ کو بہکایا ہے اور جس امر سے آپ کو باور کرایا گیا ہے وہ محض غلط اور بہتان ہے۔ آپنے جو اپنے حرم کے متعلق لکھا ہے۔ اگرچہ وہ عصمت مآب بیوی علاؤالدولہ کی بہن ہے لیکن چونکہ اب وہ امیر (آپ کی) کی منکوحہ ہے اگر آپ اُسکو طلاق بھی دینگے تو وہ آپ ہی کی مطلقہ کہلائے گی۔ اس بات کو تمام دنیا نے تسلیم کرلیا ہے کہ غیرت اور حمیت اپنی عورت کی شوہر کو ہوتی ہے نہ کہ بھائی کو۔ جب سلطان مسعود نے شیخ کے خط کو ملاحظہ کیا تو اُسکو علاؤالدولہ کیجانب سے اطمینان ہوا اور معلوم کرلیا کہ مفسدوں نے جس امر کی اطلاع دی تھی وہ بالکل غلط ہے۔ پھر چغلخوروں کی عزت اور وقعت اُسکی نظر سے گرگئی اور اُسنے علاؤالدولہ کی بہن اور اپنی بیوی کی اور زیادہ عزت اور حرمت کی۔

مورخین کا بیان ہے کہ اسی زمانے میں سلطان محمود کا انتقال ہوا۔ جب سلطان مسعود کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً غزنین کو روانہ ہوگیا کہ جلد پہونچکر ملک موروثی پر کسی غیر کے پیش ہونے کے قبل قابض ہوجائے۔ جب وہ اپنے باپ کی جگہہ تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو اسنے ابوسہیل ہمدانی کو عراق کا صوبہ دار کیا۔ ابوسہیل نے علاؤالدولہ کے ساتھہ ناشایستہ برتاؤ اختیار کیا چونکہ علاؤالدولہ اُس کے ناشائستہ برتاؤ کا متحمل نہ ہوسکا اسلیئے ان دونو میں جنگ ہوگئی اور ابوسہیل

ہمدانی کو فتح حاصل ہوئی اُسکے بعد ابو سہیل جب اصفہان میں آیا تو اُس نے بہت سی نایاب چیزوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور شیخ الرئیس کی مصنفات کو بھی جنکا صرف مسودہ ہوا تھا تباہ کر دیا۔ اس اثنا میں علاؤ الدولہ پھر موقع پا کر اور جمعیت فراہم کرکے ابو سہیل سے جنگ کا خواستگار ہوا اور اس جنگ میں ابو سہیل کو شکست فاش حاصل ہوئی۔ پھر علاؤ الدولہ مستقل طور پر سریر آرائے سلطنت ہوا اور شیخ الرئیس نے بھی موقع فرصت پا کر اپنی مصنفہ کتابوں کی جمع و تالیف میں جنکا مبیضہ نہیں ہوا تھا مصروف ہوا۔

حاصل کلام شیخ کے فضل و کمال کا ایک عالم مقر ہے اور اس سے جو حکایات اور لطایف وغیرہ سرزد ہوئی ہیں اسمقام پر اُنکا بیان خالی از لطف نہیں ہے۔ اسلیئے ہم بھی منجملہ اُن کی چند حکایات ناظرین کی بصیرت کی غرض سے اسمقام پر درج کرتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اُستاد ابوریحان بیرونی نے علم طبعیات کے اٹھارہ مسئلے جو ذیل میں بیان کیئے گئے ہیں اور جنمیں ارسطو پر چند اعتراضات ہیں اور جن میں اُسنے چند امور میں استفسار کیا ہے اُسکو ایک رسالہ کی صورت میں مرتب کرکے شیخ کے پاس بھیجا۔

مسئلہ اول اجسام فلکیہ کی خفت و ثقل (سبکی و گرانی) کی نسبت ارسطو پر اعتراض۔

مسئلہ دوم ارسطو پر قدم عالم کی نسبت اعتراض۔

مسئلہ سوم۔ ارسطو اور تمام حکمائے متقدمین پر یہ اعتراض کہ جہات ستہ کو قایم کرنے کی کیا وجہ ہے۔

مسئلہ چہارم۔ ارسطو پر اسبات کا اعتراض کہ وہ جزو لا یتجزے کے قائلین کو کیوں برا کہتا ہے حالانکہ اُس سے لکھا ہر بھی وہی ایرادات وارد ہوتے ہیں جو متکلمین پر وارد ہوتی ہیں۔

مسئلہ پنجم۔ ارسطو پر اس امر کا اعتراض کہ وہ کس دلیل سے اس عالم کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ جو اس عالم سے علیحدہ ہے اور اُسکے معتقدین کو کیوں برا کہتا ہے۔ حالانکہ اس عالم کے امکان کی بہت سی دلیلیں ہیں اور اُسکے ممنوع ہونے کی دلیلیں قابل رد و قدح ہیں بلکہ اُس کے وجود کی دلیلیں اُس کی عدم کی دلیلوں پر فوقیت رکھتی ہیں۔

مسئلہ ششم۔ ارسطو پر اسبات کا اعتراض کہ شکل فلکی کو وہ کس دلیل سے کروی مانتا ہے

اور اگر اسکی شکل بیضوی وغیرہ مان لی جائے تو لزوم خلا کیونکر لازم آتا ہے اور یہ ہر شخص کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ ممکن ہو کہ شکل فلک بیضوی وغیرہ ہو اور خلا بھی لازم نہ آئے۔

مسئلہ ہفتم۔ ارسطو پر اسبات کا اعتراض کہ وہ کس دلیل سے تعین مین (داہنی سمت) قایم کرتا ہے حالانکہ یہ امر مستلزم دور ہے۔

مسئلہ ہشتم۔ ارسطو پر اسبات کا اعتراض کہ وہ آگ کی شکل کو کروی کیوں مانتا ہے۔ حالانکہ وہ اسکو بھی تسلیم کرتا ہے کہ لازمی طور پر آگ غیر کروی الشکل ہونی چاہیئے۔ اور بعض مطالب کا استفسار جنکو اُسنے ارسطو کی کتابوں میں دیکھا تھا۔

مسئلہ نہم۔ شعاع کی حقیقت کی نسبت یہ سوال کہ آیا وہ جسم ہو یا عرض۔

مسئلہ دہم۔ عناصر کے انقلاب اور استحالہ کا استفسار اور یہ کہ وہ کس وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ منقلب ہوتے ہیں۔

مسئلہ یازدہم۔ جو شیشہ کہ آب صافی سے بھرا ہوا ہو وہ اپنے مقابلے کے اجسام کو کیوں جلا دیتا ہے۔

مسئلہ دوازدہم۔ عناصر کے مکان طبعی کی نسبت سوال

مسئلہ سیزدہم۔ کیفیت ادراک باصرہ کی نسبت استفسار۔

مسئلہ چہاردہم۔ زمین کے ربع مسکون شمالی کے آباد ہونے کا سبب کیا ہے۔ باوجودیکہ وہ دوسرا ربع شمالی جنوبی دو ربعوں کے ساتھ اس حکم میں مشترک ہے اور کوئی سبب امتیاز کا نہیں ہے۔

مسئلہ پانزدہم۔ سطحوں کی تلاقی کی نسبت انکار اور استفسار دلایل ہندسی سے۔

مسئلہ شانزدہم۔ خلاء کے امتناع کی نسبت استفسار حالانکہ ایک بند شیشی میں اسکا وجود ممکن بلکہ محسوس ہے۔

مسئلہ ہفدہم۔ شدت برودت سے ظروف کے ٹوٹنے کا سبب کیا ہے۔

مسئلہ ہیجدہم۔ پانی پر برف کے قایم رہنے کا سبب حالانکہ برف بمقابلہ پانی کے زیادہ ثقیل ہے۔

حاصل کلام چونکہ اُستاد ابوریحان اور ابوعبید اللہ معصومی میں جو شیخ کا بڑا فاضل شاگرد تھا نوک جھوک رہتی تھی۔ شیخ نے ان اعتراضات کو اول خوب جانچ لیا

پھر انکا جواب لکھنے کے لیئے ابو عبید اللہ کے سپرد کیا اور خود جواب دینے سے بسالت رہا۔ چونکہ ابوریحان کو اپنے جواب کے آنے میں دیر معلوم ہوئی تو اُسنے یہہ سمجھکر کہ شیخ اُن سوالات کے جواب دینے سے عاجز آگیا ہے۔ شیخ کو اُن کے جوابات لکھنے پر اپنے خط کے ذریعہ سے آگاہ کیا شیخ سمجھہ گیا کہ وہ میرے جواب نہ دینے پر میرا عجز خیال کرنے لگا ہے۔ تو خود شیخ نے اپنے قلم تحقیق رقم سے اُسکے جوابات لکھے۔ اور اسکی تمہید میں ایک عذر لکھا جسکا ماحصل یہ تھا کہ "خدا تیری مدد کرے اور تجھکو مکروہات سے بچائے اگر سائل کے جواب دینے میں دیری ہوئی ہے تو کچھہ قصور کی بات نہیں ہے۔ اسلیئے کہ مینے اُن مسائل کے جوابات لکھنے کے لیئے ابو عبید اللہ معصومی کے سپرد کیا تھا اور مینے یہہ خیال کر لیا تھا کہ ابو عبید اللہ نے جوابات لکھکر بھیجدیے ہونگے۔" غرضکہ شیخ نے اُس کے ہر ایک سوال کا جواب نہایت روشن اور واضح دلیلوں سے چند اوراق میں لکھکر مرتب کیا اور اسکے خاتمہ پر یہ عبارت لکھی "فهذا جواب ما سألتنيه من المسائل وبحسب ان اشكل عليك شئ من هذه الفصول ان تمنّ على بمطالبة المعاودة بشرحها حتى اعجل فى انفتاحها وانفاذها اليك" مینے ان مسائل کے جواب جو تونے مجھسے پوچھے تھے لکھدیے ہیں۔ اور میں دیسی چاہتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی جواب تیری سمجھہ میں نہ آئے اور تو اُسکو حل نہ کر سکے۔ تو میں بہت ممنون ہونگا اگر تو مجھسے اُن کی شرح چاہیگا۔ کیونکہ میں بہت جلد اُس کو وضاحت سے لکھکر تیرے پاس بھیجدونگا۔" جب شیخ نے اس رسالہ کو ابوریحان کے پاس بھیجا تو اُسنے اُس رسالہ کو شروع سے آخر تک بالاستیعاب ملاحظہ کیا۔ لیکن خاتمہ کی چند سطریں اُس پر ناگوار گزریں اور اسیوجہہ سے وہ پھر جواب الجواب کے لکھنے اور اعتراضات کرنے کے دریئے ہوا اور جابجا اُسمیں شیخ کو ناشائستہ اور غیر مہذب الفاظ سے یاد کیا کہیں اُسنے شیخ کو "ایها الشاب" کے لفظ سے یاد کیا اور کہیں ایها الفتی الفاضل کے لقب سے ملقب کیا غرض اُسنے اپنے تعصب اور غصہ کی آگ بجھانے کے لیئے شیخ کے پاس ایک خط جسمیں مذکورہ الفاظ تھے لکھکر روانہ کیا۔ لیکن شیخ نے اسکا کچھہ جواب نہ دیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ ایکمدت تک نفس ناطقہ کے تجرد پر اعتقاد رکھتا تھا

آخر اُس نے اپنے خیال کو ان الفاظ میں ظاہر کیا کہ اجسام عنصریہ میں ہمیشہ تبدل اور انحلال اور زوال ہوتا رہتا ہے اور ان سب کو ملانے والا اور جمع رکھنے والا نفس ناطقہ ہے جسمیں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ بہمن یار نے جو شیخ کا بڑا نامی شاگرد تھا۔ اس مسئلہ میں شیخ سے مخالفت کی اور یہ کہا کہ بیشک اجسام میں تبدل و تغیر ہوتا رہتا ہے۔ لیکن باوجود ان تبدیلات کے ظاہر میں وہ ایک ہی دکھائی دیتی ہیں۔ پس اگر نفس ناطقہ کو بھی تبدیلات اور تغیرات میں اجسام کے ساتھ شریک کر دیں تو کیا نقصان ہو سکتا ہے۔ اور جب خود نفس ناطقہ غیر محسوس ہے تو اُسکے تبدل اور تغیر کا غیر محسوس ہونا کچھ بعید نہیں ہے۔ پھر اُسنے اپنے اس خیال پر شیخ سے دلیل طلب کی پس شیخ نے اپنے سب شاگردوں کو جمع کر کے اُن سے کہا کہ اس سائل کو مجھسے جواب طلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آیا وہ مجھسے سوال کرتا ہے یا کسی اور سے۔ اگر وہ مجھسے سوال کرتا ہے تو اُسکا سوال کرنا غلط ہے۔ کیونکہ خود اُسکی رائے کے بموجب اب میں وہ بو علی نہیں رہا ہوں جو پہلے تھا اسلیئے کہ اب مجھ میں اُس کی رائے کے موافق تبدل و تغیر ہو لیا ہے۔

شیخ ابو سعید ابو الخیر جو شیخ کا معاصر اور فاضل کامل تھا۔ اُسنے شیخ کے فضل و کمال کا علانیہ صاف طور پر اعتراف کیا ہے اور اسکے اور شیخ کے درمیان جو خطوط و رسائل ہوئے ہیں۔ اُن سے اُن دونوں کا خلوص اتحاد پایا جاتا ہے گو اُن کے خطوط کا یہاں ترجمہ کرنا مناسب تھا۔ لیکن چونکہ اِن میں بجز ایک دوسرے کی مدح سرائی کے اور کوئی دوسرا مضمون قابل توجہ نہیں تھا۔ اسلیئے اُن کا لکھنا صرف طول کلامی خیال کیا گیا۔

بعض تاریخوں سے پایا جاتا ہے کہ شیخ کو عورتوں سے نہایت الفت تھی اور کثرت مباشرت سے رفتہ رفتہ اسپر ضعف غالب ہو گیا جس سال میں کہ علاؤ الدولہ ابن فارس سے لڑنے کے لیئے باب الکرخ کو جو ما وراء النہر کا ایک موضع ہے گیا تھا۔ شیخ قولنج کے سخت مرض میں مبتلا ہوا اور چونکہ اس مرض کا ازالہ حقنوں سے ہو سکتا تھا اسلیئے شیخ نے بوجہ درد کے یہ کہا کہ ایک دن میں آٹھ دفعہ اُسکو حقنہ کریں۔ لیکن اس علاج سے اُسکی آنتوں میں قروح (زخم) پیدا ہو گئے۔ اس اثنا میں علاؤ الدولہ نہایت جلدی کے ساتھ

ملک ایذج کو جو (اصفہان اور خوزستان مراصد کی درمیان واقع ہے) روانہ ہوا چونکہ شیخ کو ساتھ جانیسے انکار کرنیکا موقع نہ تہا وہ ساتہہ ہولیا راہ میں اسکو مرض صرع لاحق ہوگیا جو کبھی قولنج میں ہوجایا کرتا ہے حسب علاج سے مرض صرع جاتا رہا تو وہ اسکے بعد ان قروح کے علاج کیطرف متوجہہ ہوا اوسنے ایک خاص قسم کا حقنہ تیار کرایا جسمیں تخم کرفس جو ریاح کا توڑنے والا ہے بمقدار دو دانگ کے ملانے کے لیے کہا اسکے بعض غلام (خدمتگار جو حقنہ کے تیار کرنے میں شریک تھے۔ اُنہوں نے عمداً یا سہواً اُسمیں پانچ دانگ تخم کرفس ملاڈالے۔ اسکے استعمال سے قروح میں زیادتی ہوگئی۔ پس شیخ نے محض علاج صرع کے لیے معجون شرودیطوس کا استعمال شروع کیا۔ اسکے بعض غلاموں نے اسمیں افیون کی مقدار زیادہ کردی اور اسوجہہ سے بڑھ گیا آخر ناچار ہوکر اُسکو ایک گاڑی میں بٹھا کر اصفہان کو پہنچایا گیا۔ اصفہان میں پہونچنے کے بعد ضعف اسقدر بڑھ گیا کہ چلنا پھرنا بھی دشوار ہوگیا آخر اُسنے خود اپنے ہاتھ سے دوا بناکر استعمال کی اور جب ضعف کم ہوتا گیا تو وہ کبھی کبھی علاؤالدولہ کے پاس آنے جانے لگا لیکن چونکہ نقاہت بالکلیہ زائل نہیں ہوئی تھی اسلیئے کبھی تو مرض بڑھ جاتا تہا اور کبھی کم ہوجاتا تھا۔ اس اثنا میں علاؤالدولہ کو ہمدان جانے کا اتفاق ہوا تو اسنے شیخ کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ راستے کے ہرج سے مرض اور بڑھ گیا۔ جب ہمدان میں پہونچا تو اُسکو یقین ہوگیا کہ اب قوت بالکل ساقط ہوگئی ہے اور طبیعت میں مرض کے ساتھ مقابلے کی قوت باقی نہیں رہی ہے۔ مزاج کی اس کیفیت کو دیکھکر اُسنے دوا کا استعمال ترک کردیا۔ اور وہ کہنے لگا کہ اب میرے بدن میں قوت مدبرہ باقی نہیں ہے۔ اب کسی علاج سے فائدہ نہ ہوگا یہ خیال کرکے اُسنے غسل کیا اور اپنے مال کو خیرات کردیا اور غلاموں کو اُسنے اعتاقنامہ (آزادی کا خط) دیدیا اور خود ذکر الٰہی میں مشغول ہوا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا تہا اس اثنا میں اُسکا آخری وقت پہونچگیا اور اُسنے اس دار فانی کو رخصت کردیا۔ وقت اخیر میں وہ اس شعر کو پڑھتا تھا ؎

نموت ولیس منا حاصل ۔ سوی علمنا انہ ما علم[1]

حاصل کلام بقول مشہور ۴۲۸ھ غرہ رمضان روز جمعہ کو اسنے

---

[1] ہم مرتے ہیں اور ہمیں جو علم حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ہمنے کچھہ نہ جانا۔

انتقال کیا۔ لیکن قاضی نور اللہ شوستری اور اور مورخین کا بیان ہے کہ ۴۲۶ھ میں آپکی وفات ہوئی۔ اور وہ شہر ہمدان کی سمت جنوب کی فصیل کے نیچے دفن کیا گیا۔ بعض لوگ اس آیہ یہ دو اشعار نقل کرتے ہیں۔ جس سے اسکا سال ولادت اور زمانہ تحصیل علوم اور زمان وفات معلوم ہوتا ہے۔

حجۃ الحق بو علی سینا ‏ ‏ در شجع آمد از عدم بوجود
در شصا کسب کرد کل علوم ‏ ‏ در تکز کرد این جہاں پدرود

لیکن صاحب حبیب السیر کی یہ رائے ہے کہ شیخ کی عمر بحساب مشہور شمسی ترسٹھ سال سات مہینے کی تھی۔ اور اس قول کو مؤید اور بھی اقوال ہیں۔ از انجملہ ایک یہ کہ جس زمانے میں اُسنے امیر نوح کا علاج کیا تھا اُس زمانہ میں اسکی عمر تیرہ برس کی تھی لیکن اہل روایت اِسکو خوب سمجھتے ہیں کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں نہ تو لوگ اعتماد اور اعتقاد کرسکتے ہیں اور نہ مریض۔ دوسرے یہ کہ اس کی تصنیفات و تالیفات کا کم سنی میں ہونا جو بیان کیا جاتا ہے۔ اگرچہ محال نہیں ہے تاہم بلحاظ عادت کے توضرور خلاف ہے۔ اسیلئے اسی سے فہم مورخین بجائے کلمہ "شجع" کے جسکے اعداد (۳۷۳) ہوتے ہیں لفظ "شجس" کا ہونا قرین واقعہ سمجھا ہے۔ (۳۶۳) ہوتے ہیں گو اس کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں۔ لیکن ہم اُن کو اسیلئے متروک کردیتے ہیں کہ اہل درایت خود ان امور کی نسبت فیصلہ کرینگے۔

شیخ کی وفات کے بعد ابو ریحان نے شیخ کے سوالات کو درج کرکے ایک رسالہ مدون کیا۔ اور اُسکو شیخ کے پس ماندوں کے پاس بھیجا۔ ابو عبید اللہ معصومی نے جو شیخ کا شاگرد رشید تھا پھر اُسکے جوابات کا رد لکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سوالات اور جوابات کو جمع کرنے سے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب بنگئی ہے جو اصفہان میں موجود ہے۔

شیخ کے عقاید اور مذہب کے متعلق بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔ مگر ہم صرف اُسکے اشعار کو جنمیں اُسنے اپنے مذہب اور عقاید کو ظاہر کیا ہے۔ اس مقام پر نقل کرتے ہیں جس سے صاف طور پر اُسکا عقیدہ اور مذہب کا پتہ لگ جاتا ہے اور وہ یہہ ہیں۔

بادۂ عشق در قدح ریختہ اند ‏ ‏ واندر پے عشق عاشق انگیختہ اند

با جان و روان بو علی مہر علی | چوں شیر و شکر بہم بر آمیختہ اند

ولہ ایضاً

بر صفحہ چہرہا خط لم یزلی | معکوس نوشتہ نام دو علی
یک لام و دو عین با دو یا معکوس | از حاجب و عین الف با خط جلی

قاضی نور اللہ بیان کرتا ہے کہ شیخ کو جن لوگوں نے کافر کہا ہے وہ اہل سنت وجماعت ہیں چنانچہ شیخ نے اُسکی نسبت یہ رباعی لکھی ہے۔

کفر چو منی گزاف و آساں نبود | محکم تر از ایمان من ایمان نبود
در دہر یکے چوں من و آں ہم کافر | پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود

ابن خلکان نے کمال الدین یونس سے روایت کی ہے کہ علاؤ الدولہ نے شیخ کو پابزنجیر کرکے مجلس میں بھیجدیا اور وہ اُس میں مرگیا چنانچہ ان اشعار سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

روایت بن سینا مجادی الرجال | وفی الحبس مات اخس الممات
فلم یشف ما نابہ بالشفاء | ولم ینج من موتہ بالنجات

یعنے یہ بات دیکھی گئی کہ ابن سینا لوگوں کے ساتھ مناظرہ کرتا تھا حالت قید میں ذلیل موت سے مرا نہ کتاب شفا اس کے مرض کے لیئے باعث شفا ہوئی اور نہ کتاب نجات موت کے لیئے باعث نجات بنی۔

لیکن مورخ خزرجی اور قطب الدین لاہجی اور اور لوگ اس امر کو صحیح نہیں جانتے ہیں بلکہ وہ نفس جلیلہ سے جو اشعار مندرجہ بالا بواقعہ نسبت مراد اقتباس میں اور کمال الدین یونس کی روایت کو غیر مستند خیال کرتے۔ علاوہ ان تمام فضل و کمال کے شیخ اعلےٰ درجہ کا شاعر بھی تھا اور اُسنے اور عربی میں بہت سے اشعار کہے ہیں۔ لیکن ہم اس مقام پر اُسکے چند اشعار تاکہ ناظرین کو اُسکی شاعری کا پایہ معلوم ہوجائے وہ کہتا ہے۔

تدب النفس بالعلوم لترقی | وذا الکل فہی للکل بیت
انما النفس کالزجاجۃ والعلم | سراج وحکمۃ المرء زیت
فاذا اشرقت فانک حے | فاذا اظلمت فانک میت

یعنے اکتساب فضل سے نفس کی تہذیب کرنی چاہیئے اور اسکے سوا اور چیز سے پہلو تہی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ علم بذات خود ایک عمدہ مجموعہ ہے جسمیں سب چیزیں جمع رہتی ہیں۔ نفس مثل آئینہ کے ہے اور علم مثل چراغ کے ہے اور اسمیں حکمت مثل روغن کے ہے جب وہ روشن ہو تو یہ سمجھہ لینا چاہیے کہ وہ شخص ذی حیات ہے۔ اور اگر وہ تاریک ہے تو یہ جاننا چاہیئے کہ اُس شخص کا شمار مردوں میں ہے۔

وہ کہتا ہے کہ

عجبا لقد یحجدون فضایلی ما بین عیابی الے عن اسبی
عابوا علے فضلی وذموا حکمتی واستوامن نقصھم وکمالی
انی وکیدھم وما عابوا به کالطود لحضر نطحه لا دغال
واذا الفتی عرف استرشاد لنفسه هانت علیه ملامت الجهال

یعنے مجھکو اپنے عیب بینوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ وہ میرے فضایل پر حسد کرتے ہیں اور اسوجہہ سے میری حکمت کو مذموم جانتے ہیں۔ لیکن وہ میرے کمال اور اپنے نقصان سے خائف اور ہراساں ہیں حالانکہ اُن کی بدگوئیاں میرے فضل و کمال کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسی کہ جنگلی بکریاں اپنے سینگوں سے پہاڑ کو اوکھاڑنا چاہتی ہیں لیکن جب آدمی اپنے علم اور اخلاق کو جان لیتا ہے تو اسکو جاہلوں کی ملامت کرنے سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔ وہ کہتا ہے کہ

غذائے روح بود بادۂ رحیق الحلق کہ رنگ و بوش زند رنگ و بوی گل را دق
بطعم تلخ چو پند پدر ولیک مفید بہ پیش جاہل باطل بنزد دانا حق
حلال گشتہ بفتوائے عقل بر دانا حرام گشتہ باحکام شرع بر احمق۔

وہ کہتا ہے کہ

دل گرچہ دریں بادیہ بسیار شتافت یک موئے ندانست ولی موئے شگافت
اندر دل من ہزار خورشید بتافت آخر بکمال ذرہ راہ نیافت

وہ کہتا ہے کہ

از قعر گل سیاہ تا اوج زحل کردم ہمہ مشکلات گیتی را حل

بیرون جستم ز قید ہر مکر و حیل ہر بند کشادہ شد مگر بند اجل

ولہ

زمنزلات ہوس گر بروں نہی قدمے نزول در حرم کبریا توانی کرد
ولیک ایں عمل رہروان چالاک ست تو نازنین جہانی کجا توانی کرد

بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے حال میں شیخ جبکہ وہ مراتب کمال پر نہیں پہونچا تھا ایک وقت ابوسعید بن ابوالخیر کی مجلس میں اسکو جانے کا اتفاق ہوا اسوقت طاعت و معصیت اور اہل عصیان کے حرمان اور خداوند کریم کے عفو و مرحمت پر کچھہ بحث ہو رہی تھی۔ ابوالخیر بھی کچھہ کہہ رہا تھا۔ شیخ نے اسوقت یہ رباعی پڑھی۔

مائیم بہ عفو تو تولا کردہ وز طاعت و معصیت تبرا کردہ
آنجا کہ عنایت تو باشد باشم ناکردہ چو کردہ ۔ کردہ چوں ناکردہ

ابوسعید نے بھی بداہۃً اسکے جواب میں یہ رباعی کہی۔

اے نیک نکردہ و بدیہا کردہ وانگہ بخلاص خود تمنا کردہ
بر عفو مکن تکیہ کہ ہرگز نبود ناکردہ چو کردہ کردہ چوں ناکردہ

شیخ کی مصنفہ و مؤلفہ عربی و فارسی کی وہ کتابیں جنکو اسنے بخارا میں لکھا ہے وہ یہ ہیں:-

(۱) کتاب مجموعہ جسکا دوسرا نام حکمت عروضیہ ہے۔ اسلیئے کہ شیخ ابوالحسن عروضی اسی کتاب کی تالیف کا محرک تھا۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت شیخ ۲۱ برس کا تھا اور علم حکمت میں اسکی یہ پہلی تصنیف ہے۔

(۲) کتاب حاصل و محصول جسکی ۲۰ جلدیں ہیں۔ یہ کتاب شیخ نے ابوبکر برقی کی درخواست پر لکھی ہے۔

(۳) کتاب البر و الاثم. دو جلدوں میں لکھی ہے اور یہ کتاب علم اخلاق میں ہے اور یہ بھی شیخ ابوبکر برقی کے لیئے لکھی ہے

(۴) کتاب لغات سدیدیا اصطلاحات طب میں پانچ جلدوں میں ہے اور جو امیر نوح بن منصور کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔

(۵) رسالہ مبسوطی علم موسیقی میں جو ابو سہل مسیحی کے نام سے نامزد ہے۔

(۶) علم درایت میں بھی ایک رسالہ ابوسہل کے لیئے لکھا ہے۔

(۷) مقالہ قوائے طبعیہ میں جو ابوسعید یمامی کے نام سے موسوم ہے۔

(۸) قصیدۂ عربی منطق میں جو ابوالحسن سہلی وزیر مامون شاہ خوارزم کے نام سے معنون ہے۔

(۹) کتاب علم کیمیا میں جسمیں صور فلکیہ کی ہیئت کا بیان ہے یہ بھی ابوالحسن سہلی کے نام سے موسوم ہے۔

فرانس کے مورخین نے شیخ کے حالات میں اس رسالہ کا تذکرہ بھی لکھا ہے کہ شیخ نے اس رسالہ میں بہت ہی عجیب و غریب حکایتیں لکھی ہیں جنہیں سنگ مثانہ کی پیدائش کے متعلق اسنے سنین ماضیہ کے حکماء کے اقوال بھی لکھے ہیں اور اسی رسالہ کے باب دوم میں پہاڑوں کے تکون (پیدائش) کی نسبت ایک فصل قائم کی ہے اور کہتا ہے کہ پہاڑ اسباب اصلی اور اتفاقی کی وجہہ سے موجود ہوئے ہیں منجملہ اُن اسباب اتفاقی کے زلزلہ کو بھی ایک سبب قرار دیا ہے لیکن ایک اور بیان جس کی صحت میں کلام ہے اسطرح لکھا ہے اور کہتا ہے کہ اجسام مرکبہ کے چند ٹکڑے جن کا اجزا دمیں تا بنا زیادہ ہوتا ہے ملک ایران میں ایسی حالت سے اوترآئے ہیں جبکہ وہ مشتعل تھے لیکن وہ ایسے سخت ہیں کہ خارجی آتش سے بھی نہیں نگل سکتے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ایک لوہے کا ٹکڑا جو اڈھ سوا ونس (۱۵۰) ایک سو پچاس ٹن کے اوپر سے گر پڑا تھا۔ اُس کو بادشاہ وقت کے سامنے لے گئے اسنے اس سے ایک آرہ کے بنانے کا حکم دیا۔ اور عربوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جتنے اعالی کاینی کے ارہ جو بہت ہی تیز ہیں اسی لوہے سے بنائے گئے ہیں۔

(۱۰) کتاب تدارک جسمیں طبیب کے معالجہ میں خطا کرنے کے اسباب

ہیں اور یہ بھی ابوالحسین سہلی کے نام سے موسوم ہے۔
(۱۱) رسالہ نبض کی متعلق زبان فارسی میں جسکے عنوان میں اُسنے یہ لکھا ہے کہ عقید الدولہ نے میری نام ایک فرمان لکھا جسمیں یہ لکھا تہا کہ میں دانش کے متعلق ایک کتاب لکھوں لیکن جو لوگ علم تاریخ سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہونگے کہ یہ دیباچہ محض غلط ہے اسلیئے کہ شیخ کی ولادت سے ایک سال پہلے عقید الدولہ مرچکا تہا۔ مگر صحیح رائے یہہ ہے کہ اس رسالہ کا مصنف ابوعلی مسکویہ ہے اور یا یہ کہ کاتب نے بجای مجد الدولہ یا شمس الدولہ کی عقید الدولہ لکہدیا ہے۔ لیکن موسیقار کا مسئلہ جو قانون میں لکھا ہے اس رسالہ میں اُس کی بہت ہی مختلف عبارتیں جو لکھی ہیں اُن سے قول اول کی تائید ہوتی ہے۔

شیخ کی وہ کتابیں جو اُسنے ملک جرجان میں تصنیف کی ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) کتاب اوسط جرجانی علم منطق میں جو ابو محمد شیرازی کے نام سے موسوم ہی۔
(۲) کتاب مبدأ و معاد بحث نفس ناطقہ میں ہی۔ یہ کتاب شیخ ابو محمد بن ابراہیم فارسی کی نام سے معنون کی ہے۔
(۳) کتاب ارصاد کلیہ بنام شیخ ابو محمد۔ اس کتاب کو اسنے ملک رَے میں ختم کیا۔
(۴) کتاب معاد جو مجد الدولہ دیلمی کے نام سے معنون کیگئی ہے۔
(۵) رسالہ خواص سکنجبین جسکا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا ہے۔
(۶) رسالہ خواص حیوانات میں جو ارسطو کی کتابوں سے منتخب کیا گیا ہے اسکو اُسنے ہمدان میں ختم کیا۔
(۷) کتاب شفا علم حکمت میں جو اٹہارہ جلدوں میں ہی اور شیخ کی سب کتابوں میں یہ کتاب زیادہ مشہور بلکہ قابل قدر یہی کتاب ہی۔ اسکی تصنیف کی بابت صاحب طبقات الاطباء لکھتے ہیں کہ شیخ نے اُسکو بیس مہینے کے عرصے میں ختم کیا ہے اس کتاب میں اُسنے متقدمین اور متاخرین کے کلام پر نہایت

سنجید کی اور متانت سے ریویو کیا ہے۔ اور اس میں عجیب وغریب مشاہدات کو بیان کیا ہے چنانچہ فن ہیئت میں کہتا ہے کہ وھا کرۃ زھرہ وکرۃ عطارد الخ لیکن زہرہ اور عطارد کا کرہ۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ شیخ الرئیس علم الٰہی میں غلطی سے محفوظ نہیں رہا ہے اور ریاضی کے مسایل میں بھی اسپر شک وشبہات ظاہر کئے جا سکتے ہیں اور اسنے بوجہ غرور کمالات اور قصور آلات فلکیات کے بیان میں بھی صرف وہم وشبہ سے کام لیا ہے۔ لیکن حق کی بات کی تحقیق اور تحصیل سے بے بہرہ رہ گیا ہے بلکہ اُسنے اپنے مشاہدات کو عین مقصود سمجھکر اسکو بطور یقین کے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مینے زہرہ کے ستارہ کو جرم شمس پر بطور ایک خال کے دیکھا ہے اور یہ اور بھی زیادہ تعجب کی بات ہے کہ ابن اج اندلسی جو اس سے متفق الرائے ہے۔ اسنے اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز باتیں لکھی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک روز کوٹھے پر کھڑا ہوا تھا۔ جب میری نظر قرص خورشید پر پڑی، تو مجھکو اس قرص پر دو خالیں نظر آئیں مینے خیال کیا اور جو کہ آخر میں وہ صحیح بھی معلوم ہوا کہ یہہ دو نو خالیں جو دکھائی دے رہی ہیں زہرہ اور عطارد ہیں۔ بس مینے کوٹھے سے اوترکر کتاب زوج لیکر جدول اور تقاویم سے سیارات کا استخراج کیا۔ پھر معلوم ہوا کہ عطارد اور زہرہ کا قران ہوا ہے اور یہ دونوں بمقابلہ شمس کے احتراق میں ہیں۔ پھر مجھکو اپنے عمل سے اس بات کا یقین ہوا کہ یہ دونو خال عطارد اور زہرہ ہیں۔ گو کہ اوندلسی کے اقوال میں شیخ کے اقوال سے زیادہ قباحتیں ہیں لیکن اُن بزرگ اور لایق لوگوں کی عیب چینی اخلاق کے خلاف ہے۔

اب ہم چند ایرادات کا ذکر کرتے ہیں۔ از انجملہ قاضی زادہ رومی ترتیب افلاک کی بیان میں لکھتا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ صاحب مجسطی کا یہ اعتقاد ہے کہ عطارد اور زہرہ فلک قمر کے اوپر فلک شمس کے نیچے ہیں اور اسکی رائے کو جمہور متاخرین نے تسلیم کیا ہے۔ اسکے بعد وہ کہتا ہے کہ شیخ کا مشاہدہ بھی اسی مدعا اور عقیدہ کے لیے کافی شہادت ہے۔ ملکزادہ یعنے وزیر علوم سلطنت ایران نے اپنی بعض مجموعوں میں لکھا ہے کہ یہ اور بھی زیادہ تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے زمانے کے حکماء نے جنکو مسائل ہیئت اور مقاصد نجوم میں کمال ملکہ ہے کسوف کی نسبت مختلف اور متعدد علتیں اور اسباب تحقیقات سے استقراء کیا ہے جو کہ باب کسوف میں مشرح بیان ہوئے ہیں

تاہم صرف عدم عرض اور زہرہ اور عطارد کا بمقابلہ شمس کے احتراق میں ہونا جو جرم شمس پر خال کے ہونے سے مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ یقین کرتے ہیں کہ وہ خال حقیقت میں ستارہ زہرہ ہے جیسا کہ شیخ کا اعتقاد ہے یا یہ کہ وہ دونوں خال زہرہ اور عطارد کے ہیں۔ اور ابن اوندلسی کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسے مواقع پر وہم اور گمان سے رہنا مناسب ہے۔ لیکن حزم اور یقین سے ہمارے مدعا کی تائید اور ان کے ادعا کی توہین خود علم ہاہیت جدیدہ سے ثابت اور آشکارا ہو جاتی ہے۔

اسلیئے کہ اس زمانے کے حکما یقین کے ساتھ یہ بات عام و خاص سے کہہ رہے ہیں کہ جرم شمس پر کلف (داغ) ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی تالیفات میں لکھتے ہیں کہ رنگین شیشوں اور دوربینوں کے ذریعے سے جب ہم آفتاب پر نظر ڈالتے ہیں تو اسکی سطح پر مختلف وضع کے سیاہ کلف دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان کی حرکت سے معلوم ہوا ہے کہ آفتاب پچیس شبانہ روز اور کچھ عرصے میں اپنے محور کے اطراف پھر جاتا ہے اور منجموں نے اس میں مختلف اوضاع اور حالات کو مشاہدہ کیا ہے۔ اور اس کلف کو پہلے پہل فابرلیتون نے ۱۶۱۰ء میں مشاہدہ کیا ہے اسکے بعد ایک نامی شخص کلیلہ نے بھی ۱۶۱۱ء میں دیکھا ہے۔ حاصل کلام اس کلف کی شکلیں بہت ہی غیر مرتب اور بے ثبات ہیں اور ان ہر ایک کا محیط بہت صاف اور واضح ہے اور اسکے اکثر اشکال کے کنارے اپنے متن (وہ سطح جو خطوط کے درمیان ہو) سے زیادہ چمکدار ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظل (سایہ) محیط کا شبہ یا مثال ہے۔

ہرشل جو حکمائے فرنگستان میں نامی حکیم ہے کلف کی نسبت اسنے جو شرح لکھی ہے ہم بعینہ اسکو یہاں نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے "وہ کہتا ہے کہ آفتاب کی کلف کو بقا اور ثبات نہیں ہے۔ اور دن بدن بلکہ لمحہ بلمحہ اس کی مساحت اور مقدار میں تغیرات اور تبدلات ہوتے رہتے ہیں۔ اور جسکی وجہ سے اسکی ابعاد[۱] میں کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے اور اسکی شکلیں بدلتی جاتی ہیں۔ اسکے بعد وہ کلف اپنی مقام مرئی سے بالکل محو ہو جاتا ہے اور دوسری مقام میں جہاں بالکل کلف کا اثر ہی نہیں ہوتا ہے یکایک اس

---

[۱] ابعاد ثلثہ سے مراد طول۔ عرض۔ اور عمق ہوتی ہے۔

دوسری مقام پر نمایاں ہوتا ہے اور جب وہ کلف ایک مقام سے معدوم اور منتقل ہو دوسرے مقام میں ہوجانا چاہتا ہے تو اول اسکا متن د وسط جو بہت ہی باریک ہوتا ہے نقصان پذیر ہونے لگتا ہے۔ اور اسی طرح اسعرض سے گھٹ کر اس دوسرے طول پر زیادتی پیدا کرتا ہے۔ جس حال میں کہ وہ کم و زیادہ ہوتا رہتا ہے اس اثنا میں وہ بالکل مستطیل بنجاتا ہے۔ اور قبل اسکے کہ وہ منتفی (عدم) ہوجائے اسکے اطراف و حواشی کی روشنی مدہم بلکہ محو ہونے لگتی ہے اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ایک کلف کی دو شقیں (شاخیں) ہوکر وہ کلف بنجاتی ہیں اور کبھی چھوٹے چھوٹے چند مستعد وکلف بھی ہو جاتے ہیں۔ ان حالات کا ظہور اس بات کی دلیل ہے کہ سخت سیلان اور جریان کا وجود بجز ان بائعات کے جو سائل ہوتے ہیں اور کسی میں نہیں ہوتا ہے۔ اور اقسام رقیقہ ہی میں ہی وہ صورت پذیر ہوتا ہے اور نیز دن میں بھی یہ بات تموج شدید کے وجود پر کافی دلیل ہے جو کہ اسطرح کا تموج ہوا میں ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یا یہ کہ جسجگہہ جسوقت بخارات جمع ہوتے ہیں اسوقت ان سے یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ان حرکات کے ظہور کی عرصہ کی کوئی وسعت ہی نہیں ہے۔ بلکہ وسعت میں اور زیادہ ممتد رہتے ہیں۔ اور نجومیوں نے بذریعہ رصد کے اُن کلفوں کو دیکھا ہے کہ اُن کا حقیقی قطر دس ہزار فرسنگ سے بھی متجاوز ہے اور یہ مقدار زمین کے قطر کے مقابلے میں چگونہ ہے۔ پس اس حساب سے ایک رات دن کے عرصے میں اُس کلف کے دونوں ضلعوں میں سے ایک ضلع بمقدار تیس فرسنگ بلکہ اس سے بھی زیادہ سیر کرکے مِل جاتا ہے اور پھر وہ اسی حالت میں ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ چھہ ہفتے کے عرصے میں وہ کلف بالکلیہ معدوم ہوجاتا ہے اور چھہ ہفتہ سے زیادہ شاید ہی کوئی نادر کلف قایم رہتا ہے اور اگر وہ قایم رہے تو وہ اتفاقات میں شمار ہوتا ہے۔

لیکن ہرشل پھر کہتا ہے کہ جو کلف قرص پر ستر روز تک ظاہر اور قایم رہتا ہے یقیناً وہ نادر ہے" وہ خود جو نقل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ "بڑے کلف کے اطراف میں یا اس مقام میں جہاں کلف زیادہ جمع رہتے ہیں اکثر اوقات اس میں ایسے مواضع دکھائی دیتے ہیں جو سب صفحات سے زیادہ درخشاں ہوتے ہیں۔ اور ان روشن اور چمکدار مواضع کو زبان فرانس میں فاکول (مشعل) کہتے ہیں۔ کیونکہ کبھی کبھی اُس مشعل

کے قریب میں بعض اور کلف دکھائی دیتے ہیں جو اس سے پہلے ان مواضع میں ظاہر تھے اس سے یہ قوی احتمال ہوتا ہے کہ وہ کلف بعینہ یعنی بجائے خود ایک طوفان عظیم ہوں جو بوجہ ہوا کے سخت تموج کے جو ہوا کے طبقہ اعلیٰ میں ہوتا ہے اور یہ آفتاب پر محیط ہی ظاہر ہوتا ہے۔

"حاصل کلام باوجود اس تفصیل کے بھی اب تک اُن کی مقدار اور تعداد کامل طور پر دریافت نہیں ہوئی اسلیئے کہ وہ بادل کے ٹکڑوں سے بہت زیادہ مشابہ ہوتے ہیں چنانچہ اُن کی تعیین اور شمار ناممکن ہے اور اسیواسطے کلف کی تحقیق کسی قاعدے اور ضابطہ کی تحت میں نہیں آسکتی لیکن تاہم ہم کو اپنے متقدمین حکما کا مشکور ہونا چاہیے جو باوجود نقصان آلات بلکہ اُن آلات کے نہ ہونے پر بھی ایسے امور کو جہانتک ممکن تھا دریافت کیا اور اوسکو اپنے تصنیفات میں بیان کیا۔ چنانچہ قاضی زادہ لکھتا ہے کہ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرص آفتاب پر چند سیاہ داغ ہیں جو اُس کے مرکز سے تھوڑے ہی اونچے ہیں۔ جیسے چاند میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پس ان وجوہ سے یہ لوگ تحسین و آفرین کے بمقابلہ حکمائے یورپ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جنہوں نے صدیوں کی تحقیقات اور بذریعہ آلات معتبرہ اور عمدہ ٹلسکوپوں کے ان امور سے واقفیت حاصل کی ہے۔

ہمارے دعوے کی صداقت اور شیخ اور ابن اوندلسی کے ادعا کے بطلان پر یہ کافی شہادت ہے کہ علمائے ہیئت جدیدہ اور صناعان ارصاد موجودہ جو کسوف شمس کا زہرہ اور عطارد سے ہونا بطریق تحقیق اور ثابت کیا ہے اور اُن کی علتوں اور اسباب کو معلوم کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ صحیح استخراج کے عمل سے یہ ابھی تک واضح طور پر معلوم نہیں ہوا ہے کہ کسی زمانے بھی زہرہ اور عطارد ایک ہی وقت اور ایک ہی زمانہ میں آفتاب پر واقع ہوئے ہوں۔ مگر یہ واقعہ محال اور ممتنع نہیں ہے۔ لیکن اُسکے وقوع کے جیسا کہ ابن اوندلسی نے بیان کیا ہے معتقد نہیں ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک کا آفتاب پر واقع ہونا صحیح اور یقینی تصور کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ امر بارہا واقع ہوا اور واقع ہوتا رہے گا۔

چنانچہ میسو رکو سلطنت فرانس کے رصد خانے کا سابق صدر حاکم آفتاب پر سے عطارد

کے عبور کرنے کی نسبت لکھتا ہے کہ "ایک عرب کو طبیب و منجم نے جسکو ابن رشد کہتے ہیں بارھویں صدی عیسوی موافق پانچویں صدی ہجری میں یہ خیال کیا ہے کہ اسنے خود جرم عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا ہے۔ لیکن جسوقت کہ عطارد نے آفتاب پر سے عبور کیا تھا اُسکا قطر بارہ ثانیہ[1] سے نو یا دس نہیں تھا اور کلف جو مستدیر اور سیاہ جسکی مقدار بارہ ثانیہ ہوتی ہے قرص آفتاب پر ٹھیک طور پر دیکھا نہیں جا سکتا لیکن اسکے بیان سے اسبات کا قوی احتمال ہوتا ہے کہ اسنے آفتاب کے جس کسی ایک کلف کو دیکھا ہے عطارد خیال کر لیا ہے۔ بلکہ ہم اسی بحث کو سکالیشرہ اور کپلر کے ادعا کے مقابلے میں پیش کر سکتے ہیں اسنے سنہ ۱۶۰۷ء مطابق اوسط صفر سنہ ۱۰۱۶ میں عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا ہے۔ لیکن عطارد کو قرص آفتاب پر سب سے پہلے جسنے دیکھا ہے وہ گاساندی ہے جو پیرس کے مدرسے کا معلم تھا۔ اسنے ۷ نومبر سنہ ۱۶۳۱ء مطابق اوسط سنہ ۱۰۴۱[2] میں شہر پیرس میں عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا تھا اور یہ اس ترکیب سے دیکھا گیا تھا کہ اسنے ایک سفید کاغذ پر آفتاب کا عکس لیا تھا اور اس وقت رویت کلف کا یہی طریقہ مستحسن سمجھا جاتا تھا۔ دیکھکر وہ چیخ اٹھا کہ میں نے وہ چیز دریافت کی ہے جسکی تحقیق و تفتیش میں حکمائے طبعی سالہا سال تک سرگردان رہ چکے ہیں۔ لیکن اوسکا مقصود حجر حکما اور زیبق (سیماب) و طلا سے تھا۔

حاصل کلام ہم اسوقت میں یہ خیال کرتے ہیں کہ آفتاب پر جو چیز ہے وہ زہرہ ہے اور جسکا مشاہدہ قرین قیاس بھی ہے اور نیز یہ کہ علمائے ہیئت اور نجوم اور صاحب ارصاد و زیجات جو اپنے دعاوی کے اثبات میں سوائے دلائل ہندسی کے کسی دلیل کو مستند اور معتبر نہیں سمجھتے ہیں انہوں نے انہیں دلایل سے اعلان کر دیا ہے۔ چنانچہ چند سال قبل یورپ کے منجمین نے یہہ استخراج کیا تھا کہ ۲۰ شوال روز چہارشنبہ سنہ ۱۲۹۱ء مطابق ۹ دیسامبر ماہ فرانس سنہ ۱۸۷۴ء میں ستارہ زہرہ جرم شمس پر سے عبور کریگا اور اس وجہہ سے جرم زہرہ سے جرم شمس میں کسوف نمایاں ہوگا۔

---

[1] محیط آسمان کے $\frac{1}{12}$ حصہ کا نام برج اور برج کے $\frac{1}{30}$ حصہ کا نام درجہ اور درجہ کے $\frac{1}{60}$ حصہ کا نام دقیقہ اور دقیقہ کے $\frac{1}{60}$ حصہ کا نام ثانیہ ہے۔

[2] یہاں سنون میں کچھہ غلطی ہوگئی ہے۔

نیوٹن نے جو میرزا عبد الغفار نجم الملک مدرسہ دار الفنون کو کل ریاضیات کی
معلم کا ہمعصر تھا اور جو ہیئت جدیدہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا خوض کرکے منجمین یورپ
کے موافق استخراج کیا اور تقویم میں اس حادثہ اور واقعہ کا حال مفصل لکھدیا۔
حاصل یہ کہ یورپ کے نجومیوں نے بعد استنباط اور استخراج کے اس واقعہ کا
مفصل حال کہ وہ کن کن مقامات سے مشاہدہ کیا جائیگا لکھکر اطراف واکناف
میں شایع کردیا۔ اور نیز معتبر طلسکوبوں اور صحیح دوربینوں اور اور ضروری آلات
وادوات جنکی اس عمل میں ضرورت پڑتی تھی ساتھ لیکر مختلف ملکوں کو چلے گئے تاکہ
اس کسوف کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں بہت سے اُن میں سے ملک چین کو روانہ
ہوئے اور کچھہ ہند میں پہونچے اور بعض راصدین ملک روس میں پہونچے اور کچھہ لوگ
عکس کے ایک ہزار صفحہ اور تمام آلات لیکر اصفہان میں آکر مقیم ہوئے اور ان میں
سے چند لوگ طہران میں مرحوم سپہ سالار میرزا محمد خان قاجار دولو کی کوٹھی میں مقیم ہوئے
اور روز موعود کا انتظار کرنے لگے پس یوم موعود یعنے ۲۸ شوال آن پہونچا۔
شہزادہ اعتضاد السلطنت وزیر علوم لکھتا ہے کہ طلوع آفتاب پر ہم نواب معتمد الدولہ
فرہاد میرزا کی ساتھہ مرحوم سپہ سالار کی کوٹھی کو روانہ ہوئے اور وہاں مشیر الدولہ وزیر
امور خارجہ سپہ سالار اعظم حاجی میرزا حسین خاں موجود تھے۔ اور اس مجمع میں نیز اور
ارباب علم وفضل مثلاً مقرب الخاقان جعفر قلیخان رئیس مدرسہ مبارک دار الفنون
ومیرزا عبد الغفار نجم الملک وغیرہ حاضر تھے باوجود اسکے کہ آفتاب برج قوس میں
تھا اور ہوا میں انقلاب کا جو احتمال اور بادل جس کی کدورت اس مشاہدہ کی مانع
ہوسکے چنداں نمایاں نہیں ہوا پس جن آلات اور ادوات کی اس عمل میں ضرورت
ہوسکتی تھی وہ نصب کردئے گئے اور جو اشیا کہ اسکی مانع ہوتی تھیں وہ اٹھادی
گئیں اسکے بعد حسب مرضی بہایت اطمینان سے اس کسوف کے دیکھنے میں متوجہ
ہوئے تقریباً دو گھنٹہ تک زہرہ کا جرم شمس پر سے عبور ہو رہا تھا اور اس کو جرم کی
کنارہ سے مرعی (دکھائی دینا) ہوتا تھا ہم برابر اسوقت تک دیکھتے رہے کہ زہرہ کے
جرم شمس سے جدا ہونے کے لیئے بیس دقیقہ باقی رہ گئے ہمنے کئی بار دیکھا کہ بوجہ
شعاع شمس کے اس ہوا میں جو اسکے ارد گرد تھی اور جسکو زبان فرانس میں آتمسفر

کہتے ہیں اُنکے حوادث اور اختلافات پیدا ہوئی جو بہت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتی تہی
غرض یہ کہ ہمنے یورپین مصنفین کی علم ہیئت کی کتابوں میں جن امور کو دیکھا
تہا اُن کو تمامہ مشاہدہ کیا اور زہرہ کے اردگرد کی ہوا کا جو حال سنا تہا اُسکو اپنی
آنکھوں سے دیکھ لیا۔

یہ معلوم رہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دوزخ جسکی خبر خدا نے عیسیٰ علیہ السلام
کو دی ہے وہ کرہ زہرہ ہے اور بہشت جسکی خبر انہوں نے دی وہ جرم آفتاب
میں ہے اور یہ مذہب اسلام سے کسیقدر مناسبت رکہتا ہے جیسا کہ اخبار و آثار
سے مستفاد ہوتا ہے کہ بہشت آسمان چہارم پر ہے۔

حاصل کلام ہمارے واپس ہونیکے بعد وہ نجومی اپنے حساب میں مصروف
ہوئے اور حسب قواعد انہوں نے جو استخراج اور استنباط کیا ہے اسکے بموجب یہ اعلان
دیا ہے کہ آٹھ سال کے بعد پہر جرم شمس زہرہ سے منکشف ہوگا۔ اور نیز دوسری سو سال میں
یہ واقعہ پیش ہوگا اور یورپ کے منجم اور اہل رصد عام مجہولات کی تحصیل اور معلومات
کی تکمیل میں نہایت کوشش و تحقیق کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس زمانہ کے کسوف کے
دریافت کرنے میں نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہیں اسلیئے کہ ٹیلیگراف کی جلد پہونچنے
والی خبروں سے جس طریقے سے کہ اُن کی کتابوں میں مندرج ہے عمدہ طرح سے ایک مثلث
بنا سکتے ہیں اور اسکے ذریعے سے آفتاب کے منظر کا اختلاف اور زمین کے بعد کو آفتاب
کے مرکز سے جو کہ عالم ابعاد و اجرام کا منبع ہے معلوم کرسکتے ہیں۔ پس اسیوجہ سے
اس زمانہ میں جب صحیح استخراج کے رو سے اس قسم کے کسوف سے واقف ہوجاتے
ہیں تو پہر اس کے مشاہدے میں کوئی تامل نہیں ہوتا ہے۔ پس ضروری طور پر
ہر ملک میں جہاں کہ اُسکی رویت ممکن ہوتی ہے اُسجگہ پر قبل از وقوع واقعہ
کے جایا کرتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک دلچسپ اور پرانی اور نئی تحقیقات کے متعلق
بیان تہا اسلیئے ناظرین کی دلچسپی کے لیئے اوسکا کچھہ مختصر حال لکہدیا گیا اس لیئے
کہ اس امر سے واقفیت پیدا کرنے کے لیئے بڑی بڑی ضخیم کتابوں کا دیکھنا ضروری
ہوتا ہے۔

شیخ کی وہ کتابیں جو اُس نے ہمدان میں تصنیف وتالیف کی ہیں۔

کتاب ہدایہ علم حکمت میں۔ رسالہ ادویہ قلبیہ کے بیان میں۔ اشارت ایک جلد میں جو علاج قولنج میں ہے۔ رسالہ ارشاد جو اسنے اپنے بھائی شیخ محمود کے لیئے لکھا تھا رسالہ حی بن یقظان[1]۔ کتاب قانون علم طب میں یہ کتاب مختلف مقامات میں تکمیل پائی گئی اُسکا کچھہ حصہ جرجان میں اور کچھہ ری میں اور کچھہ ہمدان میں لکھا جاکر پورا ہوا یہ کتاب پانچ کتابوں پرمشتمل ہے۔ کتاب اول امور کلیہ میں اور یہ چار فنون پرمشتمل ہے۔ کتاب دوم ادویہ مفردہ میں اس میں دو جملہ ہیں۔ کتاب سوم امراض جزئیہ بدن میں جو کہ سر سے پاؤں تک ہوتے ہیں۔ اس میں ۲۲ فن ہیں کتاب چہارم امراض جزئیہ میں جو اعضائے غیر مخصوص میں پیدا ہوتے ہیں۔ اسمیں پانچ فن ہیں۔ کتاب پنجم ادویہ مرکبہ میں جو کئی فن اور دو جملہ سے مرکب ہے شیخ نے اس کتاب میں علاج سل اور ان قروح کے متعلق جو سینہ میں پیدا ہوتی ہیں لکھا ہے کہ میںنے بارہا آزمایا ہے اور ہر طرح سے اسکو نافع پایا ہے وہ یہ ہے کہ مسلول آدمی کو کامل ایک سال تک گلقند شکر کا استعمال کرنا ضروری ہے اور ہر روز جسقدر ہوسکے روٹی کے ساتھہ بھی استعمال کریں اور اگر اس میں ضیق النفس محسوس ہونے لگے تو بقدر حاجت شربت زوفا کا استعمال کریں اور اگر حمی دق (تپ دق) نمایاں ہو تو قرص کافور کا استعمال کریں جسمیں کوئی شک وشبہ نہ کریں بفضل خدا شفا ہی حاصل ہوگی۔ اگر مجھکو لوگوں کے طعن وتشنیع کا اندیشہ ہوتا تو بیان نہ کرتا اور چونکہ میں حقیقت میں لوگوں کے طعن وتشنیع سے نہیں ڈرتا ہوں اس لیئے اسکے متعلق چند واقعات بیان کرتا ہوں اور وہ یہہ ہے کہ ایک عورت مرض سل میں مبتلا ہوئی

[1] حی بن یقظان اُس شہر کا حاکم تھا جہاں کہ شیخ محبوس تھا۔

اور اس کا مرض اسقدر بڑہ گیا کہ وہ مرض کی تکلیف سے تنگ ہوگئی اور بیماری اسقدر طول پکڑ گئی کہ اُسنے اپنا مرنا ٹہان لیا اور یہ کہا کہ میرے لیئے سامان موت تیار کرایا جائے۔ لیکن اُسکا بہائی اُسکے معالجہ پر آمادہ ہوا۔ اور وہ اُسی طریق سے اُسکا علاج کرنے لگا۔ خدا کے فضل سے اُس کا مرض زائل ہوگیا اور اُسکو شفا حاصل ہوگئی۔ میں اس بات کے کہنے سے بہت ہی پس و پیش کرتا اور شبہ پاتا ہوں کہ اُسکو کسقدر گلقند کہلایا جاتا تہا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ میں اُسکی مقدار کو بتانے کی جرأت نہیں کرسکتا ہوں۔ بلکہ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ وہ میرے بیان سے بہت زیادہ ہے اور جسکا لوگ اعتبار نہیں کرینگے۔ کتاب الانصاف جو بیس جلدوں میں ہے اُسکو اصفہان میں لکھا۔ اس کتاب میں اُسنے ارسطو کی کتابوں اور رسالوں کی شرح لکھی ہے۔ اور اس کتاب کے انصاف کے نام سے موسوم ہونے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس میں اُسنے مشرق اور مغرب کے فلاسفروں کے درمیان فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ صاحب طبقات الاطبا نے اسکی نسبت لکھا ہے کہ " النصف فیه بین المشرقیین والمغربین" جس زمانہ میں کہ سلطان مسعود نے اصفہان پر چڑہائی کی تھی۔ اس زمانہ کے فتنہ و فساد اور دارو گیر میں یہ کتاب تلف ہوگئی۔ اور دوبارہ جبکہ اس کو مدوّن اور مرتب ہونا چاہیے تہا نہیں ہوئی۔ کتاب لغت العرب یہ کتاب پانچ جلدوں میں تھی۔ اور چونکہ اس کتاب کا بیضہ نہیں ہوا تہا ابو سہل کی لڑائی میں یہ بھی تباہ ہوگئی۔ کتاب حکمت علائیہ فارسی اور جسکا دوسرا نام دانش نامہ ہے۔ علاؤ الدولہ کے لیئے لکھی تھی۔ کتاب نجات دو جلد میں کتاب در علم مخارج حروف۔ رسالہ الطیر۔ کتاب حدود الطب۔ مقالہ در قواے طبعیہ۔ کتاب عیون الحکمت۔ اس کتاب میں علم طبعی علم الٰہی اور ریاضی بیان کیا گیا ہے۔ دس جلدوں میں ہے۔ مقالہ عکوس ذوات الخطب التوحیدیہ میں۔ مقالہ الٰہیات میں۔ کتاب معجز کبیر منطق میں۔ کتاب نجات جسکا نام معجز صغیر بھی ہے۔ مقالہ در تحصیل سعادت اس کو حجج عربیہ بھی کہتے ہیں۔ مقالہ در قضا و قدر جس زمانہ میں کہ شیخ ہمدان سے سفر کرتا ہوا اصفہان کو جارہا تہا مسافرت میں لکھا ہے

مقالہ در خواص
کاسنی۔ مقالہ فی اشارۃ الی المنطق۔ مقالہ در تعریف و تقسیم حکمت و علوم مقالہ
مزروں اور پانی کے بیان میں۔ تعالیق طبیہ یہ کتاب ابو منصور کے لیئے لکھی
تھی۔ مقالہ خواص خط استوا میں۔ یہ مقالہ ابوالحسین بہمنیار کے جواب میں لکھا
گیا ہے۔ رسالہ ہیجدہ مسئلہ ابوریحان بیرونی کے جواب میں۔ مقالہ ہیئت ارض
اور اُسکے ثقیل مطلق ہونے کے بیان میں۔ کتاب حکمت المشرقیہ۔ مقالہ علم موسیقی
میں یہ مقالہ موسیقی کے اُس فصل کے علاوہ ہے جو کتاب نجات میں قائم کی
گئی ہے۔ مقالہ اجرام سماویہ میں۔ کتاب آلات رصد کے بیان میں یہ کتاب اُسنے
اس زمانے میں لکھی ہے جبکہ علاؤ الدولہ نے اُسکو اصفہان میں رصدگاہ بنانے
کے لیئے کہا تھا۔ کتاب در کیسہ و رصد اسی کتاب میں علم طبعی پر چند تعلیقات بھی
ہیں۔ مقالہ عرض قاطیغوریاس۔ رسالہ اضحویہ معاد میں۔ مقالہ جسم طبعی اور
تعلیمی میں کتاب حکمت عرشیہ الٰہیات میں۔ مقالہ اس بیان میں کہ زیدی
جو علم ہوتا ہے۔ وہ عمر کے علم کے علاوہ ہے۔ کتاب تدبیر لشکر اور خراج لینے کے
بیان میں۔ مناظرات جو ابو علی نیشاپوری اور شیخ کے درمیان ماہیت نفس
میں ہوئے ہیں۔ کتاب خطبات اور تہجدات اور اسجاع و قوافی میں اس کتاب
میں اس نے ان امور کا جواب لکھا ہے جو بعض خطبوں کو جو دوسروں کے
ہیں اسکی طرف منسوب کیئے گئے تھے۔ مختصر اقلیدس شیخ کا خیال تھا کہ اسکو
کتاب نجات میں شامل کر دیا جائے۔ مقالہ ارثماطیقی میں۔ قصاید عشرہ
اور اشعار زہد وغیرہ میں۔ رسایل فارسی اسمیں مخاطبات اور مکاتبات ہیں۔
تعالیق حنین بن اسحق کی کتاب طب پر۔ کتاب معالجات میں یہ کتاب قوانین
کے نام سے بھی موسوم ہے۔ رسالہ چند مسائل طبیہ میں۔ جوابات بعض مسائل
کا جو علمائے عصر نے اُس سے سوال کیا تھا۔ مسایل شرح اللہ اکبر میں۔ جوابات
مسائل ابو حامد۔ جواب مسائل علمائے بغداد جسمیں انہوں نے اس شخص سے
سوال کیا تھا جو ہمدان میں حکمت کا دعوے کرتا تھا۔ رسالہ علم کلام میں دو باب
میں ہے شرح کتاب نفس ارسطاطالیس۔ مقالہ در نفس۔ مقالہ در ابطال

احکام نجوم۔ کتاب الملح نحو میں۔ فصول الٰہیہ اثبات اول میں۔ فصول نفس اور طبعیات میں۔ رسالہ بیان زہد میں۔ یہ رسالہ ابوسعید بن ابوالخیر کے لیئے لکھا تھا۔ مقالہ اس بیان میں کہ ایک ہی چیز جوہر و عرض نہیں ہو سکتی۔ رسالہ ان مسائل میں جو شیخ اور علمائے عصر کے ساتھ مختلف علوم میں کیئے گئے تھے تعلیقات جنہے ابوالفرج بن ابوسعید یمامی نے شیخ سے مجلس درس میں استفادہ کیا تھا اسمیں شیخ نے ان مسائل کے جوابات دیئے ہیں۔ مقالہ اپنی تصنیفات اور تالیفات کے بیان میں کہ اسنے اس کتاب کو کہاں اور کس زمانہ میں تصنیف کیا ہے۔ رسالہ ابوالحسن عامری کے چودہ مسائل کے جواب میں۔ کتاب مفاتیح الخزائن منطق میں رسالہ جوہر و عرض میں۔ کتاب تاویل اور تعبیر رؤیا میں۔ مقالہ ابوالفرج بن طیب کے کلمات کے رد میں۔ رسالہ عشق کے بیان میں یہ رسالہ ابوعبید اللہ معصومی کے لیئے لکھا گیا ہے۔ رسالہ انسان کے قوے اور ادراکات کے بیان میں۔ مقالہ حزن (آلام) اور اس کے اسباب میں۔ رسالہ نہایت اور لانہایت کے بیان میں۔ کتاب حکمت حسین سہلی کے نام سے موسوم ہے فقط ✻

پیسہ اخبار لاہور

جس میں ہفتہ ولایت اور ہندوستان کے چیدہ چیدہ انگریزی اخبارات نادر اور
دلچسپ مضامین ترجمہ ہو کر درج ہوا کرتے ہیں اور جس کو باقی تمام اردو اخبارات سے زیادہ شوق سے
عمدہ اور تازہ خبریں بہم پہنچانے کا فخر حاصل ہے بوجہ اپنی نہایت ارزاں قیمت اور
ہر دلعزیز پالیسی کے ہندوستان بھر کے تمام اردو اخبارات سے زیادہ چھپنے والا ہے۔
قیمت مع محصول ڈاک صرف دو روپے معہ پیشگی قیمت کی وصولی پر ایک نادر کتاب
ہر ایک خریدار کو مفت ملتی ہے۔ المشتہر منیجر پیسہ اخبار لاہور

انتخاب لاجواب

یعنی دنیا کی تمام نہایت دلچسپ اور مفید کتابوں اخباروں رسالوں اور تحریروں کا عطر مجموعہ
جس میں نہایت ایسے قیمتی علمی اور عملی مضامین اہل وطن کی تعلیم کے لئے درج ہوتے ہیں جو انگریزی کے سوا کہیں نہیں مل سکتے
ہندوستان میں کسی زبان میں اس قسم کی کوئی کتاب یا رسالہ نہیں چھپا

اردو زبان میں بے نظیر نعمت

ناظرین میں کئی قسم کے انعام تقسیم ہوتے رہتے ہیں اور نامہ نگاروں کو معقول معاوضہ یا ماہوار دیا جاتا ہے
ہفتہ وار اشاعت میں ۲۴ صفحے کلاں قیمت مع محصول ایک روپیہ
المشتہر منیجر پیسہ اخبار لاہور